جنت کی سیر

تصنیف: خواجہ شمس الدین عظیمی

با اہتمام: حکیم وقار یوسف

پرنٹرز: عظیمی پرنٹرز ناظم آباد نمبر ۱، کراچی نمبر ۱۸، پاکستان۔

اظہارِ خیال

جب کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے تفکر کیا جاتا ہے تو بہت سی ایسی باتیں شعور کی سطح پر ابھر آتی ہیں کہ جن کا تجزیہ اگر کیا جائے تو بہت تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔

عفت و عصمت کا تذکرہ آتا ہے تو تو وہاں عورت اور صرف عورت زیر بحث آتی ہے۔ کیا مرد کو عفت و عصمت کے جوہر کی ضرورت نہیں ہے؟ عورت کے تقدس کو یہ کہکر پامال کیا جاتا ہے وہ کمزور ہے، عقل و شعور سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔ علم و ہنر کے شعبے میں اب تک عورت کو عضو معطل بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ دانشور، واعظ، گدی نشین حضرات کچھ ایسے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ جن سے عورت کا وجود بہر حال مرد سے کم تر ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے ہر چیز جوڑے جوڑے بنائی ہے۔ مذہبی حلقہ کہتا ہے کہ عورت کو مرد کی اداسی کم کرنے کے اور اس کا دل خوش کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کھلی ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔ ناشکری اور ناانصافی کا ردعمل اس قدر بھیانک اور المناک ہوتا ہے کہ تاریخ اس سے لرزہ براندام ہے۔ دنیاوی علوم سے آراستہ دانشوروں نے کا یہ وطیرہ کم عقلی پر مبنی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روحانی علوم کے میدان میں بھی عورتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے تو اعصاب پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سینکڑوں سال کی تاریخ میں مشہور و معروف اولیاء اللہ کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو صرف ایک عورت کی نشاندہی ہوتی ہے اور اسے بھی آدھا قلندر کہہ کر اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عورت اور مرد کے اندر الگ الگ روحیں کام کرتی ہیں، کیا روح میں تخصیص کی جاسکتی ہے، کیا روح بھی کمزور اور ضعیف ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو عورت کی روحانی اقدار کو کیوں محجوب رکھا گیا ہے؟ مردوں کی طرح ان خواتین کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا جو اللہ کی دوست ہیں۔

وہ کون سی ایسی صفات ہیں جو قرآن میں مردوں کے لئے بیان ہوئی ہیں اور عورتوں کو ان سے محروم رکھا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ مرد اور عورتوں کی یکساں صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور

نگہبانی کرنے والے شرم گاہ اپنی کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کو اور بہت یاد کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے واسطے ان کے بخشش اور اجر بڑا" (سورۂ احزاب)

"اے انسانو! تم سب کو اللہ نے ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں اس لئے بنایا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً اللہ کے نزدیک وہ شریف ہے جو پرہیز گار ہے۔" (سورۂ الحجرات)

صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکثر عورتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء، سورۂ انبیاء اور سورۂ آل عمران میں حضرت مریم کا ذکر خیر موجود ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ کی بہن کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خوش تدبیری سے اپنی والدہ کو حضرت موسیٰ کی پرورش کے لئے شاہی محل میں پہنچایا۔ (توریت نے حضرت موسیٰ کی اس بہن کو نبیہ قرار دیا ہے)۔ اسی طرح سورۂ القصص اور سورۂ تحریم میں آسیہ کا ذکر اور اور سورۂ ہود میں حضرت سارہ کو حضرت ابراہیمؑ کی اہل بیت اور سورۂ نساء میں حضور سرور کائنات ﷺ کی ازواج مطہرات کو قرآن نے خود مخاطب کیا ہے۔ آج سے ڈیڑھ ہزار قبل ہادی برحق ﷺ نے عورت کی عظمت کا برسرعام اعلان کیا اور اسے ہر جگہ اور ہر لحاظ سے مرد کے مساوی حقوق کا حقدار ٹھہرایا۔

نبی آخر الزماں ﷺ کی رسالت برحق کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک عورت، حضرت خدیجہؓ کی گواہی کو معتبر مانا گیا۔ مسلمانوں کو تیمم کی سہولت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بدولت حاصل ہوئی۔ واقعہ افک میں خود اللہ تعالیٰ نے ان کی برءت کے لئے آیت نازل کی۔ اسلام کی پہلی شہید ایک خاتون حضرت سمیہؓ تھیں۔

یہ ایک بڑی تاریخی حقیقت ہے کہ محمد ﷺ پر اترنے والے قرآن نے تاریخ کی مظلوم ترین عورت والدۂ یسوع مسیح، حضرت مریم کو وہی تقدس عطا کیا جو ابراہیمؑ، یونسؑ، ہودؑ اور یوسفؑ کو دیا اور جس طرح ان کے تذکرے سے مزین سورتیں ان کے نام سے منسوب ہیں اسی طرح جس سورت میں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے اس کا نام سورۂ مریم ہے۔ اگر قرآن حکیم کے نزدیک عورت کا مقام مرد سے کم تر ہوتا اور اس کی بزرگی اور عظمت مرد کے مساوی نہ ہوتی تو قرآن پاک کی یہ سورۂ حضرت مریم کی بجائے حضرت عیسیٰ سے منسوب کی جاتی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ غار حرا کی کیفیات و واردات میں اگر حضور ﷺ کی دل جوئی نہ کرتیں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس گھبراہٹ کی کیا صورت ہوتی۔ خولہ بنت ازور عورت تھیں لیکن ان کی شمشیر خارا شگاف بڑے بڑے جیالوں کا پتہ پانی کر دیتی تھی۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دنیوی معاملات میں تو عورت مرد کے برابر ہو سکتی ہے لیکن روحانی صلاحیتوں اور ماورائی علوم میں وہ مردوں سے کم تر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ نے

عورتوں کے معاملے میں بخل سے کام لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ قلم اور کاغذ پر ہمیشہ مردوں کی اجارہ داری قائم رہی ہے۔

عورت مرد کا وہ نصف ہے جس کے خون کا ایک ایک قطرہ مرد کا ایک ایک عضو بن جاتا ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے جو اپنے اندر موجود تخلیقی فارمولوں سے دماغ کے بارہ کھرب خلیوں (CELLS) کو جنم دیتی ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے جو پیغمبروں کی ماں ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے مرد کی روح کے لئے زندگی میں کام آنے والی انرجی (ENERGY) کے تانے بانے سے جسمانی خدوخال کا لباس تیار کرتی ہے۔ یہ عورت وہ ماں ہے جو نو ماہ اور دو سال تک اپنا خون جگر بچے کے اندر انڈیلتی رہتی ہے۔ یہ کیسی بدنصیبی اور ناشکری ہے کہ وہی مرد جس کی رگ رگ میں عورت کی زندگی منتقل ہوتی رہتی ہے، مرد اس کو تفریح کا ذریعہ سمجھتا ہے اور مردوں کے مقابلے میں کم تر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ بے روح معاشرے نے عورت کو مرد کے مقابلے میں ایسا کردار بنا دیا ہے جس کو دیکھ کر ندامت سے گردن جھک جاتی ہے۔ ہائے، یہ کیسی بے حرمتی ہے اس ہستی کی جس نے اپنا سب کچھ تج کر مرد کو پروان چڑھایا!

قرآن پاک کے ارشادات، نبی کریم ﷺ کی احادیث اور ظاہری و باطنی مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر یہ بات سورج کی طرح ظاہر ہے کہ جس طرح مرد کے اوپر روحانی واردات مرتب ہوتی ہیں اور وہ غیب کی دنیا میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے اسی طرح عورت بھی روحانی دنیا میں ارتقائی منازل طے کر کے مظاہرہ قدرت کا مطالعہ اور قدرت کے ظاہری و باطنی اسرار و رموز سے اپنی بصیرت اور تدبر کی بنا پر استفادہ کرتی ہے۔ کتاب ''جنت کی سیر'' میں مرد اور عورت کی ایک جیسی روحانی واردات و کیفیات بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ عورت اور مرد کی روحانی صلاحیتیں مساوی ہیں۔ روحانی علوم کے سلسلے میں عورت اور مرد کا امتیاز برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ مرد اور عورت کے اندر ایک روح کام کر رہی ہے۔ عورت کے اندر بھی وہ تمام صلاحیتیں اور صفات موجود ہیں جو قدرت نے مرد کو ودیعت کی ہیں۔ جب ایک عورت رابعہ بصری بن سکتی ہے تو دنیا کی تمام عورتیں اپنے اندر اللہ کی دی ہوئی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے ولی اللہ بن سکتی ہیں۔

خواتین و حضرات! آیئے آگے بڑھیں اور صراط مستقیم پر چل کر اپنی روحانی طاقت سے نوع انسانی کے اوپر سے شیطانی غلبے کو ختم کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آغوش رحمت آپ کی منتظر ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی

ملک الموت

تہجد کی نماز کے بعد مصلیٰ پر بیٹھے بیٹھے میں نے خود کو ایک کھنڈر میں پایا۔ جگہ کچھ اس قسم کی ہے کہ کھنڈر کی عمارت اونچی ہے اور اس عمارت کے نیچے ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں ہیں۔ زمین پر حدِ نظر تک کاشت ہے۔ اس کھیت میں چنے کے پودے اُگے ہوئے ہیں۔ کھنڈر میں میری بیوی اور تین بچے بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں کھنڈر یا آثار قدیمہ کی عمارت سے پرواز کر کے اس مزرعہ میں داخل ہو جاتا ہوں۔ اس کھیتی کے اوپر پرواز کے دوران جگہ جگہ بکری کی مینگنیاں دیکھتا ہوں۔ کہیں کہیں زمین پر بہت چھوٹے چھوٹے پودے اگے ہوئے ہیں۔ کسی کسی جگہ زمین بالکل چٹیل میدان کی طرح ہے۔ اس پورے علاقے میں کہیں کوئی بڑا درخت نظر نہیں آیا۔ موسم بہت خوشگوار ہے۔ ہلکی ہلکی اور ٹھنڈی ہوا مستی و بے خودی کا پیغام دے رہی ہے۔ آسمان پر ہلکے ہلکے روئی کے گالوں کی طرح بادل متحرک ہیں۔ دھوپ کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبح کاذب کا وقت ہے، لیکن رات کی طرح آسمان پر چاند یا ستارے بھی موجود نہیں ہیں۔ مختصراً یوں عرض کروں گا کہ میں اس وقت کو نہ دن کہہ سکتا ہوں نہ رات، نہ تو صبح صادق سے موسوم کر سکتا ہوں اور نہ ہی سورج غروب ہونے سے قبل شام سے۔ پرواز کرتے کرتے میں نے دیکھا کہ کھیت کے کنارے ایک کچا کوٹھا بنا ہوا ہے۔ کوٹھے کے باہر چہار دیواری ہے۔ چہار دیواری کے اندر صحن ہے۔ صحن میں ایک گھنا سایہ دار درخت ہے۔ غالباً یہ درخت نیم کا ہے۔ اس درخت کے نیچے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اور ایک صاحب سے الجھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے تم میرے خاوند کو نہیں لے جا سکتے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے معاملات ہیں۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں اسی طرح ہوتا ہے۔ عورت نے ہائے کہہ کر زور سے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ مارے اور زار و قطار رونے لگی۔

میں آگے بڑھا اور پوچھا "کیا بات ہے، آپ اس عورت کو کیوں ہلکان کر رہے ہیں۔؟"

ان صاحب نے کہا "مجھے غور سے دیکھو اور پہچانو میں کون ہوں۔"

میں نے وہیں کھڑے کھڑے آنکھیں بند کر لیں جیسے مراقبہ کرتے وقت بند کی جاتی ہیں اور ان صاحب کو دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت ملک الموت ہیں۔ میں نے بہت ادب سے سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے۔ حضرت عزرائیلؑ نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ جس وقت میں نے ان سے ہاتھ ملائے تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے اندر بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کئی جھٹکے بھی لگے۔ جن سے میں کئی فٹ اوپر اچھل

اچھل گیا۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی نظر آئیں۔ بہت ڈرتے ڈرتے اور تقریباً التجا کے سے انداز میں پوچھا۔
''اس عورت کے خاوند کیا معاملہ ہے؟''

حضرت عزرائیلؑ نے کہا۔ ''یہ صاحب اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ عورت ان کی بیوی ہے اور یہ بھی اللہ کی برگزیدہ بندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے پر حکم نازل فرمایا ہے کہ اب تم دنیا چھوڑ دو۔ لیکن مجھے ہدایت ہے کہ اگر ہمارا بندہ خود آنا چاہے تو روح قبض کرنا۔ اللہ کا یہ بندہ راضی برضا ہے اور اس دنیا سے سفر کرنے کے لئے برقرار ہے لیکن بیوی صاحبہ کا اصرار ہے کہ میں اپنے شوہر کو نہیں جانے دوں گی تاوقتیکہ اس کا بدل مجھ کو نہ مل جائے، یا پھر ہم دونوں پر ایک ساتھ موت وارد ہو۔''

اس احاطہ کے اندر مٹی اور پھونس کے بنے ہوئے کمرہ میں ملک الموت میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ وہاں ایک خضر صورت بزرگ بھورے رنگ کے کمبل پر لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ کمبل زمین پر بچھا ہوا ہے۔ سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ رکھا ہے۔ کہیں کہیں سے اس کی سلائی ادھڑی ہوئی ہے۔ اس میں سے کھجور کے پتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ ان بزرگ کے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ ڈاڑھی گول اور چھوٹی ہے، لمبا قد اور جسم بھرا ہوا۔ پیشانی کھلتی ہوئی، آنکھیں بڑی بڑی اور روشن۔ ایک بات جس وک میں نے خاص طور پر نوٹ کیا، یہ تھی کہ پیشانی سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں جن پر نظر نہیں ٹھرتی تھی۔

حضرت ملک الموت نے کمرہ میں داخل ہو کر کہا۔ ''یا عبداللہ! سلام علیک۔''

میں نے بھی ملک الموت کی تقلید میں یا عبداللہ سلام علیک کہا۔ بزرگ اٹھے مجھے قریب بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک میرے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ حضرت عبداللہ (غالباً ان کا نام عبداللہ ہی ہوگا) نے ملک الموت سے ارشاد فرمایا۔ ''ہمارے خالق کا کیا حکم لائے ہو؟''

ملک الموت نے دست بدستہ عرض کیا۔ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔''

حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ ''ہمارے قائم مقام کے بارے میں ہمارے خالق کا کیا فرمان ہے؟''

ملک الموت نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری ہوگئی ہے۔''

حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ ''تمہارے ساتھ یہ لڑکا ہمارے آقا..... قلندر بابا اولیاءؒ کا روحانی وارث ہے۔ ہم بھی اس کو اپنا روحانی ورثہ عطا کرتے ہیں۔''

حضرت ملک الموت دوزانو ہو کر ان بزرگ کا پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے پاس ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اپنا جسم ان کے جسم سے ملا کر سوچتا ہوں کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس طرح مل بیٹھنے سے ان کی

روشنیاں میرے اندر منتقل ہو جائیں گی۔

ہوتے ہوتے ایسا ہوتا ہے کہ میرا جسم گھٹنے لگتا ہے اور میں ایک نومولود بچے کی طرح اس فرشتہ کی گود میں آجاتا ہوں یہ فرشتہ یعنی ملک الموت مجھے ہاتھوں میں اٹھا کر ان بزرگ کے پاس لے جاتا ہیاور بزرگ کے سینے پر پر شہادت کی انگلی سے گلے سے ناف تک تک ایک خط کھینچتا ہے۔ اس طرح ان بزرگ کا سینہ کھل جاتا ہے اور یہ فرشتہ مجھے ان بزرگ کے سینے میں رکھ کر شگاف کو بند کر دیتا ہے۔

اب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں ان بزرگ کے سینے کے اندر آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہوں۔ پھر یہ ہوا کہ میرا سر بزرگ کی گردن میں سما گیا۔ میرے ہاتھ بزرگ کے شانوں میں جذب ہو گئے اور میرے پیر بزرگ کی ٹانگوں کے ابتدائی جوڑوں میں داخل ہو گئے اور پھر میرا جسم بتدریج بڑھتے بڑھتے ان بزرگ کے جسم کے برابر ہو گیا۔ گردن، گردن میں، سر، سر میں، آنکھیں، آنکھوں میں، دونوں ہاتھ بزرگ کے دونوں ہاتھوں میں، دونوں ٹانگیں بزرگ کی دونوں ٹانگوں میں اور انتہا یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں تک انگلیوں میں جذب ہو گئیں۔ ایسے ہی پیر کی دسوں انگلیاں الگ الگ دس انگلیوں میں سرایت کر گئیں۔

یہ بزرگ شان جلال سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بایاں پیر زور سے زمین پر مارا۔ پیر کی ضرب سے زمین لرزنے لگی جیسے شدید زلزلہ آ گیا ہو۔ اسی عالم میں حضرت ملک الموت پھر آگے بڑھے اور انگشت شہادت سے دائیں پہلو میں شگاف دے دیا۔ اور اس شگاف میں ہاتھ ڈال کر مجھے باہر نکال لیا۔ میں اب پھر نومولود بچے کی طرح تھا۔ حضرت ملک الموت نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ وہ بزرگ نہایت آہستگی سے لیٹ گئے اور جسم نے ایک جھرجھری لی اور اس مقدس اور برگزیدہ ہستی کی روح پر فتوح اللہ تعالیٰ کے حضور پرواز کر گئی۔

حضرت ملک الموت مجھے سینہ سے لگائے کمرہ سے باہر آئے اور ان بزرگ کی اہلیہ سے فرمایا۔ "مجھے تمھارے شوہر کا نعم البدل مل گیا ہے۔ تمھارے پاک طینت اور اللہ کے دوست شوہر اللہ تعالیٰ کے حضور تشریف لے جا چکے ہیں۔ اس مقدس اور پاکیزہ جسم کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۝

عورت نے میری طرف پھر فرشتے کی طرف غور سے دیکھا اور تقریباً دوڑتی ہوئی کمرہ میں چلی گئی۔

فرشتہ آسمان کی طرف پرواز کر گیا - اتنا اونچا، اتنا اونچا کہ زمین ایک چمکدار روشن نقطہ کی طرح نظر آنے لگی۔ پھر نیچے اترا اور سہون شریف میں حضور لعل شہباز قلندرؒ کے روضۂ مطہرہ کے گنبد پر قیام کیا گنبد سرپوش کی مانند اوپر

اٹھا اور فرشتہ مجھے گود میں لئے ہوئے مزار مبارک میں داخل ہوگیا اور قلندر صاحب کی تربت کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کچھ وقفہ کے بعد قبر میں حرکت ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے قبر بیچ میں سے شق ہوگئی۔ قبر کے اس سے دھوئیں کی ایک لاٹ نمودار ہوئی اور پھر یہ دھواں حضور لعل شہباز قلندرؒ کی شکل میں تحلیل ہوگیا۔ اب دیکھا کہ حضور قلندر صاحب قلندرانہ شان سے تشریف رکھتے ہیں۔ ملک الموت نے مجھے حضور قلندر صاحب کے قدموں میں ڈال دیا اور الٹے پیروں چند قدم پیچھے ہٹا اور پرواز کر گیا۔

حضور لعل شہباز قلندر صاحبؒ نے انگشت شہادت سے زمین پر دو دائرے بنائے اور مجھے اس طرح لٹا دیا کہ ایک دائرہ میں میرا سر ہے اور دوسرے دائرے میں میرے دونوں پیر ہیں۔ بایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور دایاں میرے پیٹ پر۔ کچھ پڑھا جو میری سمجھ میں نہیں آیا اور میرے سر کے بیچ میں یاام الدماغ میں ایک پھونک ماری۔ پھر کچھ پڑھا دوسری مرتبہ میرے سینے پر پھونکا۔ پھر کچھ پڑھا، تیسری پھونک میرے ناف کے پاس لگائی۔ ان تینوں پھونکوں کے بعد میرا جسم بڑھنا شروع ہوا اور میں بارہ تیرہ سال کے بچے کے برابر ہوگیا۔ حضورؒ نے میری انگلی پکڑی اور مجھے قبر کے اندر لے گئے۔ جیسے ہی ہم قبر کے اندر اترے، قبر کا شگاف بند ہوگیا۔

اب دیکھا کہ قبر ایک بند کوٹھے کی مانند ہے۔ قبر کے بائیں طرف دیوار میں ایک کھڑکی یا چھوٹا دروازہ لگا ہوا ہے۔ حضور قلندر صاحب نے فرمایا۔ "جاؤ، یہ دروازہ کھول کر اندر سیر کرو۔ جو دل چاہے چاہے کھاؤ۔ جہاں سے دل چاہے کھاؤ۔ خوب سیر کرو۔ تم بالکل آزاد ہو۔"

میں آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ یہ ایک باغ تھا۔ اتنا خوبصورت اور دیدہ زیب باغ جس کی مثال دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ اس باغ میں کیا کچھ نہیں تھا۔ سب ہی کچھ موجود تھا۔ میں نے ایسے پرندے دیکھے کہ جن کہ پروں سے روشنی نکل رہی تھی۔ ایسے پھول دیکھے کہ جس کا تصور نوع انساں کے شعور سے ماوراء ہے۔ پھولوں میں ایک خاص اور عجیب بات یہ نظر آئی کہ ایک ایک پھول میں کئی سو رنگوں کا امتزاج ہے اور یہ رنگ محض رنگ نہیں ہیں بلکہ ہر رنگ روشنی کا ایک قمقمہ بنا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب ہوا چلتی ہے تو یہ رنگ آمیز روشنیوں سے مرکب پھول ایسا سماں پیدا کرتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں روشنیوں کے رنگ برنگے قمقمے درختوں اور پودوں کے جھولوں پر جھول رہے ہیں۔ درختوں میں ایک خاص بات یہ مشاہدہ کی کہ ہر درخت کا تنا اور شاخیں، پتے، پھول، پھل بالکل ایک دائرے میں تخلیق کئے گئے ہیں۔ اس کی مثال سانپ کی چھتری سے دی جاسکتی ہے۔ جس طرح برسات میں سانپ کی چھتری زمین سے اگتی ہے، اسی طرح گول اور بالکل سیدھے تنے کے ساتھ یہاں کے درخت ہیں۔ ہوا جب درختوں اور پتوں سے ٹکراتی ہے تو ساز بجنے لگتے ہیں۔

ان سازوں میں اتنا کیف ہوتا ہے کہ آدمی کا دل وجدان سے معمور ہو جاتا ہے۔ میں نے اس باغ میں انگوروں کی بیلیں بھی دیکھیں۔ انگوروں کا رنگ گہرا گلابی یا گہرا نیلا ہے۔ بڑے بڑے خوشوں میں ایک ایک انگور ہماری دنیا کے بڑے سیب کے برابر ہے۔ اس باغ میں آبشار اور صاف شفاف دودھ جیسے پانی کے چشمے بھی تھے۔
بڑے بڑے حوضوں میں سینکڑوں قسم کے کنول کے پھول گردن اٹھائے کسی کی آمد کے منتظر نظر آتے تھے۔ باغ میں ایسا سماں تھا جیسے صبح صادق کے وقت ہوتا ہے۔ یا بارش تھمنے کے بعد سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے ہوتا ہے۔ میں نے اس باغ میں پرندے، طیور تو ہزاروں قسم کے دیکھے مگر چوپائے مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔
بہت ہی خوبصورت درخت پر بیٹھے ہوئے ایک طوطے سے میں نے پوچھا کہ یہ باغ کہاں واقع ہے۔ اس طوطے نے انسانی بولی میں جواب دیا۔ ''یہ جنت الخلد ہے۔ یہ اللہ کے دوست لعل شہباز قلندر کا باغ ہے'' اور پھر حمد و ثنا کے ترانے گاتا ہوا وہ اڑ گیا۔
المختصر میں نے جو کچھ دیکھا وہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کر واپس اسی راستے سے یا جنت کی کھڑکی سے حضور قلندر صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔
حضور نے فرمایا۔ ''ہمارا باغ دیکھا۔ پسند آیا تمہیں؟''
میں نے عرض کیا۔ ''حضور! ایسا باغ تو نہ کسی نے دیکھا اور نہ سنا ہے۔ میں تو اس کی تعریف کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔''
حضور لعل شہباز قلندر نے خوش ہو کر میری کمر تھپکی اور میرے ہاتھ سے انگوروں کا خوشہ لے کر ایک ایک انگور مجھے کھانے کو دیتے رہے۔ مجھے صحیح طرح یاد نہیں، غالباً میں نے پانچ یا سات انگور کھائے ہیں۔ ان انگوروں کا ذائقہ دنیا کے انگوروں سے قطعاً مختلف تھا۔

داتا کے دربار میں

--کراچی

میں نے بہت زیادہ معافی تلافی کے بعد پھر اسباق شروع کر دیئے اور جیسے ہی اسباق شروع کئے، چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اور تبلیغی جماعت بانی مولانا الیاس صاحب کے پیر بھائی حافظ قمر الدین صاحب کی روزانہ زیارت ہونے لگی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کیچڑ اور گندگی میں لت پت ہوں۔ حافظ صاحب تشریف لائے اور مجھے اس گندگی سے نکال کر کسی دریا کے کنارے لے گئے۔ اور نہلا دھلا کر صاف کر دیا۔

پھر دیکھا کہ میرے کپڑے گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں، اور حافظ صاحب نے میرے کپڑے اتروا کر خود دھوئے اور مجھے صاف ستھرے کپڑے پہنا دیئے۔

یہ بھی دیکھا کہ میرے پورے جسم پر پھنسیاں اور پھوڑے نکل آئے ہیں اور حافظ صاحب ان کو روئی سے صاف کر رہے ہیں۔

میرے جسم سے پیپ اور کچ لہو بہہ رہا ہے اور حافظ صاحب صاف فرما رہے ہیں۔

ایک دن سبق پڑھتے وقت غنودگی میں دیکھا میرے دادا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف لائے اور میرے سراپا کا معائنہ کر کے چلے گئے۔

اس زمانہ میں میرے معاشی حالات انتہائی ابتر تھے۔ میری شریک کار نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں اسباق چھوڑ دوں۔ جب میں کسی طرح راضی نہیں ہوا تو ایک حکیم صاحب کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میں ان کو بزرگ مانتا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک ہی بات کہا کرتے تھے کہ یہ سب کام بڑھاپے میں کئے جاتے ہیں۔ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے!

ادھر حالات اتنے دگرگوں ہو گئے کہ روئی کپڑا چلانا مشکل ہو گیا۔ یہ میری بہت بڑی کمزوری تھی کہ میں نے حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور میں نے سبق پڑھنا پھر ترک کر دیا۔

جس رات میں نے سبق پڑھنا چھوڑا، اسی رات حافظ صاحب کو دیکھا فرما رہے ہیں کہ تو صرف تین مہینے اور صبر کر لے۔ کپڑوں کی پرواہ مت کر۔ تین مہینے گھر میں بیٹھ کر گزار دے۔ کھانے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ تجھے بھوکا نہیں رہنے دوں گا۔ مگر میں نے حافظ صاحب کے فرمانے پر عمل نہیں کیا۔ میرے اس طرز عمل سے حافظ صاحب بہت دل برداشتہ ہو گئے۔ اور برابر ایک ہفتہ تک خواب میں آ کر فرماتے رہے۔

''ارے کم ہمت! لوگ تو بیس بیس سال کوشش کرتے ہیں۔ تو کس قدر نادان ہے کہ تین ماہ بھی صبر نہیں کر سکتا۔''

افسوس! میرے اوپر حافظ صاحب کے فرمانے کا مطلق اثر نہیں ہوا۔ اور میں نے اسباق پڑھنے بالکل ترک کر دیئے.........

چشتیہ سلسلے کے اسباق ترک کرنے کے چھ ماہ بعد جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ حافظ صاحب نے وصال فرمایا تو میرے دماغ پر سخت چوٹ لگی اور رہ رہ کر یہ خیال ستانے لگا کہ تو بہت ہی نالائق اور کندۂ ناتراش ہے کہ تین مہینے صبر نہیں کر سکا۔ میں اسی کرب میں مبتلا تھا کہ سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ چودھری صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔ اس مردِ خدا میں کچھ ایسی کشش تھی کہ میں کھنچتا ہی چلا گیا۔ اسی دوران میں حضرت بابا غلام محمد صاحبؒ، خلیفہ جنگو شاہ قلندر کا عرس لاہور میں شروع ہونے کی تاریخوں کی اطلاع ملی۔ حضرت بابا غلام محمد صاحبؒ، حضرت چودھری صاحب کے دادا پیر ہیں۔ میں بھی اپنی شریک کار کی شدید مخالفت کے باوجود چودھری صاحب کے ساتھ لاہور روانہ ہو گیا۔

ریل میں انٹر کلاس کی سات یا آٹھ سیٹیں ریزرو کرالی گئیں تھیں۔ مجھے بہت اصرار کے ساتھ چودھری صاحب نے اوپر کی سیٹ پر لٹا دیا۔ میں نے ہر چند منت سماجت کی کہ حضور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے کہ میں اوپر کی سیٹ پر بیٹھوں اور رات کو آرام کروں۔ مگر مجھ سے یہ فرمایا یہ میرا حکم ہے۔ قہر درویش بر جان درویش، میں نے تعمیل کی اور رات کو اوپر سو رہا۔

صبح بیدار ہونے کے بعد یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ میں جب بھی آنکھیں بند کرتا تھا، مجھے باغات، دریا، پہاڑ، خوبصورت پھول، پل، ندی، نالے، دیہات اور دور دور کے شہر کے نظر آتے تھے۔ کراچی سے لاہور تک سارے راستے میں یہ مناظر دیکھتا رہا۔ اب مجھے بھی مزہ آنے لگا۔ میں نے بھی سفر میں ضرورت کے علاوہ آنکھیں نہیں کھولیں۔ جب بھی چودھری صاحب سے نظریں دوچار ہوتی تھیں، وہ بہت میٹھی نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

لاہور پہنچے تو شام کا وقت تھا۔ جن صاحب کے یہاں قیام کیا وہ کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت خوش اخلاق اور بزرگوں کی عقیدت سے سرشار انسان تھے۔

آئندہ روز ہماری پیشی صبح کے وقت حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی نور اللہ مرقدہٗ کے دربار میں ہوئی۔ یہ بزرگ ہستی جن کے چہرے سے معصومیت ٹپکتی پڑتی تھی، قلعہ گوجر سنگھ میں قیام فرما تھے۔ چودھری صاحب نے فرمایا۔ ''حضرت جی! میں اس کو (میری طرف اشارہ کر کے) آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔''

حضرت صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مجھے اپنے قریب بلا کر نہایت گرم جوشی سے مصافحہ فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے کھانا شروع کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تو کھانا میرے ساتھ کھانا۔

میں تو حیران و پریشان یہ سب دیکھ رہا تھا کہ ہزاروں کے مجمع میں آخر میرے ساتھ یہ التفات کیوں ہے، جلسہ شروع ہونے سے قبل خاص طور سے مجھے انتہائی پچھلی صفوں سے بلا کر اسٹیج پر بٹھایا۔ میں اپنی پذیرائی پر بجائے خوش ہونے کے انتہائی شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد اس بندۂ گناہ گار کی طلبی ہوئی۔ کمرہ میں اپنے پاس بیٹھنے کو فرمایا۔ بہت سی ہلکی پھلکی باتیں کیں۔

کراچی سے جانے والے ہم سب لوگ اپنے مقام پر واپس آ گئے۔ اگلی صبح کسی صاحب کے یہاں موچی دروازے میں ناشتہ کی دعوت تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد ایک بڑی شیورلیٹ کار میں ہم چار آدمی چودھری صاحب کے ہمراہ پاک پٹن شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔

پاک پٹن شریف میں حضرت بابا فریدؒ کی قبر مبارک پر بیٹھ کر فاتحہ خوانی کی اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے قبر شق ہو گئی اور بابا صاحبؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے رحل پر قرآن پاک رکھا ہوا ہے اور وہ تلاوت میں مصروف ہیں۔

جب میں مزار سے باہر آیا تو چودھری صاحب نے فرمایا کسی سے کچھ نہ کہنا۔ گھر چل کر بات کریں گے۔ پاک پٹن میں چودھری صاحب کے ایک مرید تھے۔ ہم ان کے گھر گئے۔ انہوں نے بہت پر تکلف ناشتہ کرایا۔ میز پر ناشتہ کے دوران چودھری صاحب نے فرمایا۔ ''ہاں بھائی! تم بہت بے قرار ہو چلو سنا دو۔'' (اور واقعہ یہ ہے کہ میں حضرت بابا صاحب کی زیارت کرنے کا واقعہ بیان کرنے کے لئے بے چین تھا)۔

میں نے قبر شق کے ہونے اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی زیارت کا واقعہ سنا دیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ حیران ہو گئے۔ بلکہ دو صاحبان پر تو انتہائی مایوسی طاری ہو گئی۔ اور وہ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ ہم اتنے پرانے ہیں اور مرید بھی ہیں۔ اس کو آئے ہوئے ایک دو ہفتہ ہوئے ہیں اور مرید بھی نہیں ہوا، اس پر شیخ کی اتنی عنایت کہ بابا صاحبؒ کی زیارت کرا دی۔

چودھری صاحب نے پوچھا۔ ''تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں اس کو شعبدہ سمجھتا ہوں اور آپ نے مجھے ہپناٹائز (HYPNOTISED) کر دیا ہے۔'' میں نے کہا

حضرت چودھری صاحب مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ قصہ کوتاہ ہم سیالکوٹ میں امام صاحب کے مزار کی زیارت

کے بعد لاہور واپس آ گئے۔

لاہور میں کسی صاحب کے یہاں دوپہر کا کھانا تھا۔ کھانے کے دوران میں ساتھیوں نے کہا کہ کھانے سے فارغ ہو کر داتا دربار جائیں گے۔

چودھری صاحب نے فرمایا۔ ''پھر کسی دن چلیں گے۔''

ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ تو حضرت صاحب سے درخواست کر۔

میں نے کہا۔ ''یہ تو بہت بری بات ہے۔ جب فرما دیا ہے کہ کسی دوسرے دن چلیں گے تو اب کچھ کہنا خلاف ادب ہے لیکن ان لوگوں نے کانا پھوسی کر کے مجھے اس بات پر مجبور کر دیا کہ میں عرض کروں کہ آج ہی داتا دربار جائیں گے۔''

گاڑی میں بیٹھے اور ڈرائیور نے پوچھا۔ ''حضور کہاں جانا ہے؟''

اس سے قبل کے چودھری صاحب کچھ جواب دیں، میں نے جلدی سے کہدیا ''داتا دربار چلیں گے۔''

چودھری صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ ''چلو، پھر داتا دربار ہی چلو۔ یہ بھی کیا یاد کرے گا!''

جس وقت موٹر بادامی باغ میں داخل ہوئی تو خود بخود میری آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہو گئیں۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک دبلے پتلے بزرگ گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں اور حضرت چودھری صاحب سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔ میں گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر آنکھیں بند کیں تو پھر وہی منظر سامنے تھا۔ مجھے تعجب اس بات پر ہوا کہ گاڑی کی رفتار کے ساتھ (۳۵) میل کی رفتار سے کوئی آدمی پیدل کیسے چل سکتا ہے۔ مگر جب آنکھیں بند کرتا تو وہی منظر سامنے آ جاتا تھا۔

چوبارے گاڑی رکی اور ہم لوگ اتر کر حضور قبلۂ عالم، ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما، حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہو گئے۔

یہاں آ کر میں نے چودھری صاحب سے درخواست کی کہ حضور داتا صاحبؒ کی زیارت ہو جائے تو میں آپ کو قرآن شریف سناؤں گا۔

بس صاحب! ہم لوگ آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ اس میدان میں ایک درخت ہے۔ درخت کے نیچے چارپائی بچھی ہوئی ہے اور چارپائی پر وہی بزرگ تشریف رکھتے ہیں جو (۳۵) میل کی رفتار سے گاڑی کے ساتھ چل رہے تھے۔ ابھی میں اس حیرانی میں گم ہی تھا کہ میں نے دیکھا بڑے حضرت

جی ، حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا۔ ''آؤ اور حضور داتا صاحبؒ کی قدم بوسی کرو۔''

سبحان اللہ! کیا نوازش اور اکرام ہے، اس بندۂ نے حضور داتا صاحبؒ کو سلام کیا اور قدم چومے۔

داتا صاحب نے فرمایا۔ ''ہم نے سنا ہے تم قرآن بہت اچھا پڑھتے ہو۔ ہمیں بھی سناؤ۔''

اور میں نے قرآن پاک کا ایک رکوع سنایا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضور داتا صاحب کو سنا رہا تھا لیکن آواز قبر کے باہر بھی ایسے ہی آ رہی تھی جیسے قبر کے اندر۔ حضور داتا صاحبؒ نے قرآن پاک سن کر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ ہم فاتحہ پڑھ کر واپس ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی آواز

کراچی

میں میکلوروڈ پر جا رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی

''حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کو سوا لاکھ مرتبہ درود شریف، تین لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ اور پانچ قرآن پڑھ کر بخش دے۔''

پھر آواز آئی

''پانچ قرآن حضرت ادریس علیہ السّلام اور پانچ قرآن حضرت خضر کو پڑھ کر ایصال ثواب کر۔''

میں نے ہاتف غیبی کی اس آواز کی تعمیل میں عمل شروع کردیا۔ اوقات یہ مقرر کئے۔ ظہر کی نماز کے بعد سے مغرب تک کلمہ طیبہ اور عشاء کی نماز کے بعد سے تہجد تک درود شریف۔

جب کلمہ طیبہ تین لاکھ مرتبہ پورا ہوا تو میرے اوپر غیب منکشف ہونے لگا اور دل میں وقفہ وقفہ سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وقت گزرتا رہا اور میں دیوانہ وار اپنے کام میں مشغول رہا۔

ایک روز میں اپنے شریک کار کو اسٹیشن چھوڑنے گیا۔ پلیٹ فارم پر میرے دل میں درد نے شدت اختیار کرلی اور جیسے جیسے درد میں اضافہ ہوا، دل بڑا ہونا شروع ہوگیا۔ ریل میں بیٹھے ہوئے میں نے دیکھا کہ میرا دل بتدریج بڑا ہو رہا ہے۔ اور درد کی کسک بڑھ رہی ہے۔ جسم میں سنسناہٹ دوڑنے لگی۔ میں اس کیفیاتی مشاہدے سے خوف زدہ ہوگیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے میرا چہرہ دیکھا تو ایک دم گھبرا گئے اور مجھ سے بے چین ہوکر پوچھا۔ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تمہارا چہرہ ایک دم پھیکا پڑ گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تمہارا خون نچوڑ لیا ہے۔ میں اپنا سفر ملتوی کرتا ہوں چلو گھر چلے چلتے ہیں۔''

میں نے ان سے کہا۔ ''آپ گھبرائیں نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ اپنا سفر خراب نہ کریں۔'' یہ کہہ کر میں تیزی کے ساتھ اسٹیشن سے باہر آ گیا۔

بس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا دل بڑا ہوتے ہوتے بھینس کے دل کے جتنا ہوگیا۔ اور آواز کے ساتھ پھٹ گیا۔ اور کٹے ہوئے انار کی طرح اس میں قاشیں بن گئیں۔ ان قاشوں میں سے تیز اور روشن لہریں نکلنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ جہاں تک یہ لہریں جا رہی ہیں مجھے گرد و نواح اور اطراف میں سب چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ میں نے یورپ کے بہت سے شہر، برفانی پہاڑ، کشمیر اور آسام کے پہاڑ اور زعفران کے کھیت دیکھے۔ جیسے ہی زعفران کے کھیتوں پر نظر پڑی، زعفران کی خوشبو پوری بس میں پھیل گئی۔ لوگ حیران ہو ہو کر آگے پیچھے دیکھتے جا رہے

تھے۔ دو ایک حضرات نے کہا بھی یہ زعفران کی اس قدر مہک کہاں سے آرہی ہے۔ ایک صاحب نے کہا کسی کے پاس زعفران کا سینٹ ہوگا۔ یا لگا رکھا ہوگا۔ میں ان تمام باتوں کو سنتا رہا اور مشاہدات میں مگن رہا۔ میں نے پہلی مرتبہ دل کی ان شعاعوں میں فرشتوں کا مشاہدہ کیا۔

ناظم آباد میں جب میں بس سے اترا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بس سے میرے ساتھ حضرت حافظ صاحب بھی اترے اور میرے بائیں طرف خاموش چلنے لگے۔ انہیں دیکھ کر میں دہشت زدہ ہوگیا۔ حافظ صاحب نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔ اور فوراً اوپر اٹھے اور میرے سر کے اوپر فضا میں چلنے لگے۔ میں گھر پہنچ کر بے سدھ لیٹ گیا۔ دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں رہی۔ اور مجھے نیند آگئی۔ رات کو جب درود شریف پڑھنے بیٹھا تو درود شریف پڑھنے کے دوران محلّہ سے سلام پڑھنے کی آواز آئی۔ چند منٹ بعد میں نے دیکھا کہ آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا ہے اور نظر وہاں جا کر ٹکرائی جہاں سلام پڑھا جا رہا تھا۔

میں نے دیکھا ہر طرف سنہری اور روپہلی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک بہت صاف شفاف فرش بچھا ہوا ہے۔ فرش پر تخت بچھا ہے اور تخت پر سرکار دو عالم رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ میں مخصوص عقیدے کی وجہ سے سلام میں کھڑے ہونے کا قائل نہیں تھا۔ لیکن اب میرا یہ عقیدہ باطل ہوگیا اور میں اپنے ہی گھر میں درود شریف پڑھتے پڑھتے میکانکی طور پر کھڑا ہوگیا۔ اور سلام پڑھنا شروع کردیا۔

اگلے روز صبح سہروردی سلسلے کا سبق پڑھ رہا تھا کہ میرے دادا ؒ، حضرت حافظ صاحبؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف لائے اور تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر چلے گئے۔

رات کو پھر درود شریف پڑھ رہا تھا کہ دیکھا کہ میرے منہ سے جیسے ہی درود شریف پورا ہوتا ہے، ایک بہت ہی خوبصورت سنہرے تھال میں اسے رکھ لیا جاتا ہے۔ اور اس کے اوپر بہت ہی عمدہ خوان پوش ڈھک کر اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ میرے گھر سے مدینہ منورہ تک فرشتوں کی ایک جماعت کھڑی ہوئی ہے۔ جیسے ہی درود شریف ختم ہوتا ہے، وہ فرشتے میرے منہ کے سامنے گول تھال رکھ دیتے ہیں اور درود شریف تھال میں رکھا جاتا ہے اور وہ تھال دوسرے فرشتے کو بڑھا دیتا ہے۔ دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو۔ اسی طرح فرشتوں کی یہ جماعت ایک ہاتھ سے دوسرے کو پہنچا کر دربار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ لگا کر اسے قبول فرما رہے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

میں نے دل پھٹنے اور مشاہدات کی ساری واردات چودھری صاحب سے بیان کی تو چودھری صاحب نے فرمایا۔
''حافظ صاحب میرے معاملہ میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں؟''

پھر فرمایا میرے پاس تین مرتبہ آ چکے ہیں مگر میں اپنے معاملات میں کسی کا دخل پسند نہیں کرتا۔"

چودھری صاحب نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کیں اور ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو زور سے دبایا اور میرا دل پھر بند ہوگیا۔ اب میں پھر اندھا تھا اور غیب نظر آنا بند ہوگیا۔

رات کو پھر حافظ صاحب تشریف لائے۔ چہرہ سے زبردست جلال ٹپک رہا تھا۔ آپ نے میرے سر کے بالکل بیچ میں زور سے پھونک ماردی۔ اس پھونک کے اثرات سے میں زمین سے اچھل پڑا اور میرا دل پھر کھل گیا۔ غصہ کی آواز میں فرمایا۔ "اب دیکھوں گا کیسے بند کرتے ہیں۔"

اب میں آسمانوں میں فرشتوں کو دیکھنے لگا۔ صبح بس میں بازار جارہا تھا کہ لسبیلہ کے پل پر جب بس چڑھی تو دیکھا کہ چودھری صاحب بابا غلام محمد صاحب کو لے کر آگئے بابا غلام محمد صاحب نے میرے دل پر انگلی رکھ دی اور میرا دل پھر بند ہوگیا۔ اور غیب میں کام کرنے والی نظر ختم ہوگئی۔

اب حافظ صاحب حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہورہا ہے۔ اب اس معاملہ میں، میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔

حضور قلندر بابا اولیاء نے فرمایا۔ "چودھری صاحب میرے پیر بھائی ہیں۔ میں اپنے شیخ کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں کرسکتا۔"

اس افتاد کے بعد میری یہ کیفیت ہوگئی کہ مجھے ہر وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ میرے سر پر کئی ٹن وزن رکھا ہوا ہے۔ سڑک پر چلتے چلتے بیٹھ جاتا تھا۔ بار بار ایسا ہوتا تھا کہ میں چکرا کر زمین پر گر جاتا تھا۔ جسم تیزی کے ساتھ لاغر ہوتا چلا گیا۔ اور اس حد تک لاغر ہوا کہ پنڈلیوں کا گوشت خشک ہوگیا اور میں ہڈیوں کا پنجرہ بن کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے "سوکھے" کی بیماری ہوگئی ہے۔

چھ مہینے اسی حال میں گزر گئے۔ ایک روز میں بازار سے واپس آرہا تھا کہ میرے پیر کے اوپر سے ٹرک کا پہیہ گزر گیا۔ اور میں ٹرک کے نیچے آتے آتے بچا۔ جی میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ٹرک کے نیچے آکے ختم ہوجاتا۔ موت کے روٹھ جانے پر میں گھر آکر میں خوب رویا اور میری ہچکیاں بند گئیں اور میں نے اپنے آقا حضور قلندر بابا اولیاء سے عرض کیا۔ "میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دنیا سے اٹھالے۔ میں اب بالکل زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

حضور نے تسلی دی اور فرمایا۔ "میں حافظ صاحب سے بات کروں گا۔ اور بڑے حضرت جی کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اس معاملہ کو کسی نہ کسی صورت سے حل کریں۔"

روئداد طویل ہے۔ مختصر اً یہ کہ سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگ آپس میں مل کر بیٹھے۔ حضرت چودھری صاحب سے کہا گیا کہ اپنے اس مرید کو فارغ کردیں۔ مگر چودھری صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور میں اس کو اپنے ذہن کے مطابق تیار کرنا چاہتا ہوں۔

جب کوئی بات طے نہ ہوسکی، اس پر حافظ صاحب نے فرمایا۔ "یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی محض اس لئے انتظار کرے کہ اسے ایک مخصوص ذہن کے مطابق تیار کیا جائے جب کہ اس کے دادا اُس کے لئے ورثہ چھوڑ گئے ہیں اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے اس کو منظور بھی کرایا ہے۔ اب میں اس کیس کو عدالت عالیہ میں پیش کروں گا۔"

حضرت حافظ صاحب نے حضور حسن بصریؒ کو اپنا وکیل مقرر فرمایا اور تائید میں جن حضرات نے عدالت عالیہ میں پیش ہونا منظور فرمایا وہ حضرت عبد القادر جیلانیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت امام موسیٰ رضاؒ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت اویس قرنیؓ تھے۔

میں رات کے وقت درود شریف پڑھ رہا تھا۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ چلو بڑی سرکار ﷺ میں آج تمہاری پیشی ہے۔

میں نے دیکھا کہ دو جگ کے سرتاج، فخر انبیاء، رحمتہ اللعالمین ﷺ تخت پر تشریف فرما ہیں۔ بائیں جانب حضرت اویس قرنیؓ ایستادہ ہیں۔ اور دائیں جانب حضرت حسن بصریؒ، حضرت جنید بغدادی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت امام موسیٰ رضاؒ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسنؓ اور بڑے حضرت جیؒ ہیں اور بالکل سامنے چودھری صاحب اور ان کے پیچھے میں ہوں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔

حضرت حسن بصریؒ صف میں سے نکل کر، نگاہیں نیچی کیے ہوئے سامنے آگئے اور درود وسلام کے بعد عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میرے موکل کے دادا نے آپ ﷺ کی منظوری سے اپنے پوتے کے لئے ورثہ چھوڑا ہے اور اس ورثہ کو حاصل کرنے کی جو شرط انہوں نے عائد کی تھی وہ میرے موکل نے پوری کردی ہے۔ اور میرے موکل نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت بھی حاصل کی ہے اور اس کے شیخ نے چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، قادریہ میں اپنے اس مرید کو بیعت کیا تھا۔ بیعت کے بعد مرید کو یہ بتادیا گیا تھا کہ تو ان چاروں سلسلوں میں مجھ سے بیعت ہوگیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد مرید سہروردیہ سلسلہ میں پھر بیعت ہوگیا ہے۔ عرض یہ کرنا ہے

کہ حضور ﷺ کی منظوری کے بعد جب کہ مرید نے شرط پوری کردی ہو، اس کا ورثہ اسے قانوناً ملنا چاہیئے۔
مگر سہروردیہ سلسلہ کا ایک فرد جو کہ سلسلہ سہروردیہ میں مقام رکھتا ہے، اس بات پر آمادہ نہیں ہے۔"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے دائیں طرف ایستادہ بزرگوں کو دیکھا۔ سب نے تائید کی۔ پھر حضرت چودھری صاحب کی طرف دیکھا۔
حضرت چودھری دو قدم آگے آئے اور کہا۔ "یا رسول اللہ! قانون یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہو جاتا ہے تو وہ پیر کا حق بن جاتا ہے۔ مجھے قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ میں جس طرح چاہوں اپنے مرید کی تربیت کروں اور اس قانون پر آپ ﷺ کے دستخط ہیں۔"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پھر دائیں صف کی طرف دیکھا (جس کا مطلب یہ نکلتا تھا کہ کوئی تائید کرتا ہے یا نہیں)۔
بڑے حضرت جی صف میں سے باہر آ گئے۔ اور حضرت چودھری صاحب کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت چودھری صاحب کے حق میں فیصلہ دے کر دربار برخاست فرما دیا۔
میرے حالات اب مزید دگرگوں ہو گئے۔ ہر وقت سینہ سے دھواں اٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک بڑی مصیبت یہ ہو گئی ہے کہ ہر شب بلا ناغہ بدخوابی ہو جاتی ہے۔ جس سے رہی سہی جان بھی جواب دے گئی ہے۔ ساتھ ہی پیچش میں بھی مبتلا ہو گیا ہوں۔ کھانا کھاتے ہی اجابت کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ نیند کوسوں دور۔ ہر وقت یاس اور نا امیدی کا غلبہ۔ لوگ ہنستے ہیں تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ میں سوچا کرتا ہوں کیا دنیا میں ہنسی بھی کوئی شئے ہے۔ مجھے چپ لگ گئی ہے۔ دل ہر وقت اداس اور بے چین رہتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز میرے لئے ناخوشی اور عذاب کا پہلو رکھتی ہے۔ رات کو اندھیرے میں اٹھ کر روتا ہوں۔ مر جانے کی دعائیں مانگتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ موت بھی مجھ سے کنارہ کر گئی ہے۔ معمولی سے شور سے دل دہل جاتا ہے۔ کوئی زور سے بات کرے تو دماغ پر ہتھوڑے کی ضرب پڑتی ہے۔
اس نزاع زدہ زندگی میں تین سال گزر گئے۔ عقیدہ خراب ہو گیا۔ نماز روزہ سب چھوٹ گئے۔ ایک دن خیال آیا کہ اس عبادت سے کیا فائدہ جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں کہ قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ اللہ تو رگ جان سے زیادہ قریب ہے، پھر کیوں آواز نہیں آتی کہ عبادت قبول ہوئی یا رد کر دی گئی ہے۔ اور یہ سوچ کر یکلخت تمام وضائف اور نماز ترک کر دی لیکن چونکہ اتنا عرصہ معمول رہنے کی وجہ سے عادت پڑ گئی تھی، نہ رہا گیا۔ پھر بھی طبیعت پر جبر کر کے کوئی عمل نہیں دہرایا۔

بہر حال، میں نے مغرب، عشاء اور تہجد کی کوئی نماز ادا نہیں کی۔ البتہ درود شریف کا ورد کرتا رہا۔ عجیب الجھن تھی ساری رات نیند نہیں آئی۔ صبح کی اذان ہوگئی۔ یہ سوچ کر مسجد میں قرآن پاک کا ترجمہ سنوں گا، تو دل بہلے گا، مسجد میں چلا گیا۔ بہت دل چاہا کہ نماز میں شریک ہو جاؤں مگر دماغ تو باغی ہو چکا تھا۔ اور کم بخت ذہن میں گرہ پڑ گئی تھی۔ سخت سردی کے عالم میں آدھا کمبل نیچے اور آدھا اوپر اوڑھ کر بیٹھا رہا۔

ایک صاحب نے کہا۔ ''میاں! جماعت کھڑی ہوگئی ہے۔'' مگر میں ٹس سے مس نہیں ہوا۔ منہ لپیٹے بیٹھا رہا۔ ذرا سی غنودگی آئی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی۔ فرمایا۔

''اے میرے بندے! آج تو نے میرے لئے صلوٰۃ قائم نہیں کی۔''

جیسے ہی یہ آواز میرے دماغ میں گونجی میں لرزنے لگا۔ ہاتھ پیروں میں رعشہ آگیا۔ جسم پسینے سے شرابور ہوگیا۔ میں گھبرا کر اٹھا اور جلدی جلدی گھر پہنچا۔ دھڑام سے چارپائی پر گر گیا۔ بہت دیر سوتا رہا یا بے ہوش رہا، یہ اللہ کو پتہ ہے۔

اولیاءاللہ کی نماز

ایک روز اپنے آقا قلندر بابا اولیاءؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ ''حضور! کیا آپ کو نماز میں مزہ آتا ہے ؟''

فرمایا۔ ''ہاں''

میں نے عرض کیا۔ ''مجھے تو کبھی یہ پتہ نہ چلا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ خیالات ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں۔ مگر ذرا سی دیر کے لئے کامیابی ہو جاتی ہے اور پھر بھٹک جاتا ہوں۔''

فرمایا۔ ''میں تجھے ترکیب بتاتا ہوں۔ تجھے خوب مزہ آئے گا۔''

اور سجدہ کی حالت میں انگلیوں کی مخصوص حرکت کی تلقین فرمائی۔ اور فرمایا کہ صرف عشاء کی نماز میں آخری رکعت کے آخری سجدے میں یہ حرکت کرنا۔

میں نے تہجد کے بعد وتروں کی آخری رکعت کے آخری سجدہ میں یہ حرکت کی تو واقعی میرے دل سے اضطراب، بے قراری اور بے چینی دھواں بن کر اڑ گئی۔ میں نے کہا سبحان اللہ ! کیا خوب عمل ہے۔

فجر کی نماز میں آخری رکعت میں بھی اس عمل کو دہرا لیا۔ ظہر میں، عصر میں، مغرب میں، عشاء میں اور تہجد میں دہراتا چلا گیا۔ میں یہ بھول ہی گیا کہ صرف ایک وقت یہ عمل کرنا ہے۔ تہجد کی آخری رکعت کے آخری سجدہ میں جب میں نے یہ حرکت دہرائی تو سجدہ کی حالت میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میرے دائیں بائیں کوئی کھڑا ہے۔ لیکن میں خوف زدہ ہونے کے باوجود اس عمل کو دہراتا رہا۔ اور سجدہ ضرورت سے زیادہ طویل کر دیا۔ اب تو ڈر کے مارے دم گھٹنے لگا۔ جلدی جلدی نماز ختم کی اور پلنگ پر جا کر لیٹ گیا۔

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ناظم آباد میں بجلی نہیں تھی۔ ہُو کا عالم تھا۔ ماحول کے سناٹے میں گیدڑوں کی آواز کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ میرے گھر کے آس پاس کوئی مکان بھی نہیں تھا۔ جو مکان تھے وہ فاصلے پر تھے۔ لیمپ بجھا ہوا تھا۔ گھبراہٹ میں دیا سلائی بھی نہیں ملی۔ اور اتفاق سے میں پورے گھر میں اکیلا تھا۔ اور ڈر کا یہ عالم کہ **الامان والحفیظ** ۔ زبان پر کانٹے پڑ گئے۔ جیسے تیسے پلنگ پر لیٹے لیٹے آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن آیت الکرسی کے ورد سے دہشت اور زیادہ بڑھ گئی اور دل کی حرکت بند ہوتی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ اور پھر ایک دم دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ محسوس ہوتا تھا کہ دل سینے کی دیوار توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ یک نہ شد دو شد۔ اب میں نے **قل ھو اللہ** شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی **قل ھو اللہ** ختم ہوئی میرا جسم اوپر اٹھنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ اٹھتا چلا گیا۔ اور برآمدے کی چھت سے جا لگا۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا کہ یہ

واقعی چھت ہے یا میں خواب دیکھ رہا ہوں ہاتھ سے چھت کو چھو کر دیکھا تو میں واقعی چھت سے لگا ہوا تھا۔
اب مجھے یہ خوف ہوا کہ اب میں نیچے گروں گا اور ہڈی پسلی اگر نہ بھی ٹوٹی تو بھیجا تو ضرور باہر آ جائے گا۔
میں نے دیکھا کہ تیزی کے ساتھ میری گردن کی طرف دو ہاتھ آئے۔ ایک ہاتھ نے میرے دل کو سنبھالا اور ایک ہاتھ نے میرے منہ کو بند کر دیا اور مجھ پر اس نادیدہ ہاتھ کی اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش گیا۔ صبح کے وقت سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میرے داداؒ، بڑے حضرت جیؒ اور بڑے پیر صاحبؒ بغداد والے حضور قلندر بابا اولیاءؒ مکان کے صحن میں گھبرائے ہوئے کھڑے ہیں اور قلندر بابا گھبرائے ہوئے بہت بے چین ادھر سے ادھر ٹہل رہے ہیں اور کسی سے کہہ رہے ہیں۔ ''یہ کیا ہو گیا۔؟''
پھر زور سے فرمایا جیسے کسی سے کہہ رہے ہوں۔ ''اس کو ہر حال میں باشعور زندہ رہنا ہے۔''
صبح جب اٹھا تو میرے جسم کا ایک ایک عضو دکھ رہا تھا۔ شام تک قدرے قرار آ گیا۔ اور میں سائیکل رکشا پر بیٹھ کر حضور قلندر بابا اولیاء کے پاس گیا۔ اور رات کا ماجرا بیان کیا۔
فرمایا۔ ''تم نے میرے کہنے کے خلاف عمل کر کے سب کو پریشان کر دیا۔ اللہ نے فضل فرمایا، نہیں تو کام تمام ہو گیا تھا۔''
میں نے سجدہ میں کرنے والا عمل بالکل ترک نہیں کیا۔ البتہ صرف تہجد کے وقت جاری رکھا۔
اسی دوران میں تہجد کی نماز کے وقت میں درود شریف کا ورد کر رہا تھا کہ دیکھا چکا چوند روشنی ہو گئی اور حضور سیدنا پیر دستگیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا۔ ''میں تمہیں کچھ عطا کرنا چاہتا ہوں۔ تم آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی نیت کرو۔''
میں نے عرض کیا۔ ''حضور ! میں اس سلسلہ میں بہت مصیبت زدہ اور دل گرفتہ ہوں۔ مجھے چودھری صاحب سے خوف آتا ہے۔''
فرمایا۔ ''تم فکر نہ کرو۔ ہم سب خود ٹھیک کر لیں گے۔''
میں نے پھر نہایت مودبانہ عرض کیا۔ ''حضور! میں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ حضرت چودھری صاحب کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔''
بڑے پیر صاحبؒ کو جلال آ گیا اور فرمایا۔ ''کیا چودھری صاحب، چودھری صاحب کی رٹ لگا رکھی ہے۔ ہم جو کچھ عطا فرماتے ہیں براہ راست عطا فرماتے ہیں۔''
میری جہالت ملاحظہ فرمایئے۔ میرے اوپر حضور غوث پاکؒ کی ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور میں اڑیل ٹٹو

کی طرح اپنی بات پر اڑا رہا۔ اور حضور غوثؒ پاک تشریف لے گئے۔ مجھے اپنی اس غلطی پر دلی افسوس ہے۔ میں نے اس غلطی کی معافی تلافی بھی کی جو شاید آئندہ صفحات میں بیان ہو جائے مگر مجھے حضور غوث پاکؒ نے اپنے فیض سے ابھی تک نہیں نوازا۔ مگر میں دل چھوڑنے والا بندہ نہیں ہوں۔ جب بھی حضور غوث پاکؒ کی زیارت سے مشرف ہوا اپنا حصہ حضور سے ضرور مانگ لوں گا۔

بات یہ ہے کہ میں بچہ ہوں اور یہ سب بزرگان عظام میرے باپ ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں باپ کی پوری شفقت موجود ہے۔ اور مجھ سیاہ کار میں بچہ بننے کی پوری صلاحیت اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہے۔ بچہ جب باپ سے کسی بات کی ضد کر لیتا ہے تو بچہ کی ضد باپ کو پوری کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اتنی بات بچہ کو ضرور معلوم ہونی چاہیئے کہ ضد کا پس منظر کیا ہے؟ ہم اپنے آقا ﷺ - آقائے کائنات ﷺ سے اس بات کی ضد کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ ، کچھ بھی ہو ہمیں تو اللہ تعالیٰ کا عرفان چاہیئے۔ اگر ہمارے اندر صلاحیت خفتہ ہے تو آپ بیدار کر دیجئے اور اگر صلاحیت موجود ہی نہیں ہے عرض کیا جائے کہ حضور ﷺ عرفان کی صلاحیت عطا فرما دیجئے۔

اس خواہش اور تقاضے کو پورا کرنے کے لئے کوئی بھی انسان حضور سیدنا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حضور گڑ گڑا کر، مقدس و مطہر قدموں میں سر رکھ کر، حضور ﷺ کو، اللہ تعالیٰ کے اسمائے مقدسہ کو وسیلہ بنا کر، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صحابہؓ اور اہل بیت کو بیچ میں واسطہ بنا کر، جبرائیل امین کا واسطہ دے کر اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذات والا صفات کو واسطہ قرار دے کر کوئی بندہ اس درخواست کو بضد ہو کر قبول کرا سکتا ہے۔ ذہن میں باپ اور بیٹے کا رشتہ موجود ہونا ضروری ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے کہ اس طرح درخواست قبول کر لی جاتی ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام رحمتہ اللّعالمین ہیں۔ جب کوئی بندہ اس یقین کے ساتھ کہ حضور کی رحمت کائنات کو محیط ہے اور میں بھی اس کائنات کا ایک ذرہ ہوں، لہٰذا میں اس رحمت سے ضرور مستفیض ہوں، بس ایک پردہ حائل ہے اور اس پردہ کو حضور ﷺ کا کرم ہی اٹھا سکتا ہے، سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے ہاتھ پھیلا دے کہ جب تک مراد پوری نہیں ہوگی یہ ہاتھ بند نہیں ہوں گے۔ حضور ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آجائے گا اور آپ اس رحمت سے سیراب ہو جائیں گے۔ یہی حال اولیاء اللہ کا بھی ہے۔ یہ بھی سیدنا حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ سے متصف ہوتے ہیں۔

تہجد کی نماز کے بعد میں نے درود خضری پڑھتے ہوئے خود کو سرور کائنات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دربار

اقدس میں حاضر پایا۔ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام تخت پر تشریف فرما ہیں۔ اس بندہ نے حضور ﷺ کے سامنے دوزانو بیٹھ کر درخواست کی۔

''یارسول اللہ ﷺ ! اے اللہ کے حبیب ﷺ ، اے باعثِ تخلیقِ کائنات، محبوبِ پروردگار، رحمت للعالمین ﷺ ، جن وانس اور فرشتوں کے آقا ﷺ ، حاصلِ کون ومکاں ﷺ ، مقامِ محمود کے مکین ﷺ ، اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ﷺ ، علمِ ذات کے امین ﷺ ، خیرالبشر ﷺ ، میرے آقا ﷺ !، مجھے علمِ لدنی عطا فرما دیجئے۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر نثار۔ آپ کو حضرت اویس قرنیؓ کا واسطہ، حضرت ابوذر غفاریؓ کا واسطہ، آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ کا واسطہ، آپ ﷺ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا واسطہ، آپ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ ، علیؓ اور حسنینؓ کا واسطہ اپنے اس غلام پر نظرِ کرم فرما دیجئے!

میرے آقا ﷺ ! آپ ﷺ کو قرآن کریم کا واسطہ، آپ ﷺ کو اسمِ اعظم کا واسطہ، آپ ﷺ کو تمام پیغمبروں کا واسطہ، آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے جد حضرت ابراہیمؑ کا واسطہ اور ان کے ایثار کا واسطہ ! میرے آقا ﷺ ! میں آپ ﷺ کے در کا بھکاری ہوں۔

آپ ﷺ آپ ﷺ کے سوا کون ہے جس کے سامنے دستِ سوال دراز کروں۔ میں اس وقت تک در سے نہیں جاؤں گا جب تک آپ ﷺ میرا دامن مراد سے نہیں بھر دیں گے۔

آقا ﷺ ! میں غلام ہوں، غلام زادہ ہوں۔ میرے جدِ امجد حضرت ابوایوب انصاریؓ پر آپ ﷺ کی خصوصی رحمت و شفقت کا واسطہ مجھے نواز دیجئے!

دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔

فرمایا۔ ''کوئی ہے؟''

دیکھا کہ حضور قلندر بابا اولیاء دربار میں آ کر مودب ایستادہ ہیں اس طرح جیسے نماز میں نیت باندھے کھڑے ہوں۔

نہایت ادب واحترام کے ساتھ فرمایا۔ ''یارسول اللہ ﷺ ! میں آپ ﷺ کا غلام حاضر ہوں۔''

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔ ''تم اس کو کس رشتہ سے وراثت دینا چاہتے ہو؟''

حضور قبلہ نے فرمایا۔ ''اس کی والدہ میری بہن ہیں۔''

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا۔ ''خواجہ ایوب انصاری کے بیٹے ہم تجھے قبول فرماتے ہیں۔'' اس وقت میں نے دیکھا کہ میں حضور قبلہ کے پہلو میں کھڑا ہوں۔

مہر نبوت

باعث تخلیق کائنات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضری ہوئی اور حضور ﷺ کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے پائے مبارک آنکھوں سے لگانے اور لرزتے ہونٹوں سے چومنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پیر کی انگلیوں کے نیچے جو گوشت ہوتا ہے اس پر دیر تک آنکھیں لگائے رکھیں۔ جتنی دیر یہ عمل جاری رہا، میرے اندر آنکھوں کے راستے نور کی لہریں منتقل ہوتی رہیں۔ اور میں سرور و کیف کی مدہوش کن لذت سے مستفیض ہوتا رہا۔ دل میں خیال آیا کہ حضور اکرم ﷺ کا سراپائے اقدس غور سے دیکھنا چاہیئے تاکہ مہر نبوت کا مشاہدہ ہو جائے۔ حضور ﷺ کے غلاموں کے قدموں کی خاک کا یہ ذرہ سراپائے اقدس مطہر و مکرم میں اس قدر غرق ہوگیا کہ خود کو بھول گیا۔ اور عالم کیف و وجدان میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر جا کھڑا ہوا اور نہایت ادب و عقیدت کے ساتھ حضور ﷺ کا کرتۂ مبارک اوپر اٹھا دیا اور اس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کا مشاہدہ کرایا۔

مہر نبوت محمد الرسول اللہ ﷺ کی کمر مبارک پر سیدھے کاندھے اور گردن کے درمیان ایک گول دائرہ نشان کی صورت میں ہے۔ گول دائرے کے اندر گوشت یا کھال سرخ رنگ کی ہے۔ اور گوشت عام جسم سے قدرے ابھرا ہوا ہے۔ اور اس دائرہ کے اندر نہایت لطیف و نرم پروں کی مانند روُاں ہے۔ اس روئیں کا رنگ سفید بھورا ہے اور یہ روُاں اتنا خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔ دائرہ کا قطر تقریباً روپے کے برابر ہے۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھ کر والہانہ انداز میں بوسہ دیا اور آنکھوں سے چھوا۔

کمر

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک سیدھی اور چوڑی ہے۔ شانے قدرے اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ اس سعادت ازلی کے بعد اس بندے نے سراپا کا مشاہدہ کیا جو حسب ذیل ہے۔

سر

سر مبارک گول اور بڑا، پیشانی کھلی ہوئی۔ پر عظمت اس قدر کہ نظر بھر کر دیکھنا ممکن نہیں۔ نظر اٹھتی ہے تو پلک جھپک جھپک جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی سر تسلیم خم ہو جاتا ہے۔ باعث تخلیق کائنات حضور ﷺ کے موئے مبارک گھنے اور مضبوط، رنگ سیاہ۔ بالوں میں ایسی عجیب وغریب چمک جو کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ حضور ﷺ کا رنگ کھلتا ہوا گندمی، بھنویں گھنی اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست۔

آنکھیں

آنکھیں روشن اور بڑی۔ نہ بہت بڑی اور نہ بہت چھوٹی۔ بہت حسین۔ اتنی خوبصورت کے بے مثال۔ خاص بات جو آنکھوں میں نظر آئی یہ ہے۔ آنکھ کا ڈھیلا سفید چمک دار اور پتلی کا رنگ کالا لیکن گہرائی میں نیلا پتلی کے چاروں طرف ڈورے اس طرح جیسے سورج کے چاروں طرف شعائیں پھوٹتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ شعائیں یا لہریں براہ راست ذات باری تعالیٰ پر جا کر ٹھرتی ہیں۔ آنکھ کے ڈھیلے میں جو سفیدی ہے اس میں سچے موتی جیسی چمک ہے۔ پتلی کی گہرائی میں جو نیلا پن ہے اس میں بھی سچے موتیوں کی چمک نمایاں ہے۔ حضور ﷺ کی پلکیں گھنی اور سیاہ ہیں۔ حضور ﷺ کی پلک مبارک جب جھپکتی ہے تو فضا اور ماحول میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ پلک جھپکتے وقت میں نے اپنے اندر کرنٹ کی طرح رو دوڑتی ہوئی محسوس کی۔

ناک

ناک مبارک لانبی اور نیچے سے چوڑی۔ دیکھ کر گلدستے کی تشبیہ ذہن میں آئی۔

دہانہ

اوپر کا ہونٹ پتلا اور نیچے کا ہونٹ قدرے موٹا۔ دہانہ نسبتاً بڑا اور انتہائی خوبصورت۔ گفتگو فرماتے ہیں تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہیں۔
آواز کے بارے میں کوئی وضاحت اس لئے نہیں کر سکتا کہ ذہن میں یہ بات محفوظ نہیں رہی۔

داڑھی

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ریش مبارک گھنی، گول اور چھوٹی یعنی ایک مشت سے تقریباً نصف کم۔ باریک اس طرح کہ ریش مبارک سے ملی ہوئی ہیں۔

سینہ اور گردن

گردن مبارک بھری ہوئی، قدرے لانبی نہ زیادہ لمبی نہ زیادہ چھوٹی۔

سینہ مبارک ابھرا ہوا۔ سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر۔ نظر آتا ہے کہ جیسے الف بنا ہوا ہے۔

پائے مبارک

پنڈلی میں گوشت ابھرا ہوا ہے۔ لیکن پیر کے جوڑ سے اوپر پتلی اور بالکل سیدھی ہے۔ پائے مبارک کے اوپر کا حصہ اٹھا ہوا، اتنا اٹھا ہوا کہ پہلی نظر میں محسوس ہو جاتا ہے۔ اوپر کا حصہ اٹھا ہوا ہونے کی وجہ سے پیر کے نیچے تلوں میں خلا ہے۔ میں نے زمین پر لیٹ کر یہ بات دیکھی کہ اگر آدمی حضور ﷺ کے قدموں میں لیٹ جائے اور حضور ﷺ کھڑے ہوئے ہوں تو پیر مبارک کے نیچے سے آر پار نظر آتا ہے۔

دندان

حضور ﷺ کے دندان مبارک سیدھے اور نمایاں۔ دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے۔ دانتوں میں چمک ایسی کہ نظر خیرہ ہو جائے۔ مسکراہٹ دل آویز۔ ہنستے وقت دندان مبارک ظاہر نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ مسکراتے ہیں تو آنکھیں بھی مسکراتی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط

فرشتوں سے ہم کلامی

عید کی نماز کے بعد دعا کے وقت یہ خیال آیا کہ اربوں کی تعداد میں تمام عالم اسلام کے مسلمان ہر تہوار اور ہر مبارک دن دعا مانگتے ہیں کہ فلسطین آزاد ہو جائے، کشمیر آزاد ہو جائے! تمام عالم مسلمان حکمراں، مسلمانوں کی عزت و تکریم ہو، ہر طرف دین کے چراغ روشن ہوں، مسلمانوں کو وہ ازلی سعادت نصیب ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ روحانی لذتوں اور سکون سے آشنا ہوں۔ خوف اور غم سے نجات مل جائے، مسلمانوں کا بول بالا ہو وغیرہ وغیرہ۔

لیکن دعا ہے کہ وہ قبول ہی نہیں ہوتی۔ چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو دعا کا اثر الٹا نظر آتا ہے۔ اتنا عرصہ فلسطین کے لئے دعا مانگی ہے اور نتیجے میں بیت المقدس ہی گنوا بیٹھے۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ مراقبہ کر کے دیکھنا چاہیئے کہ آخر اس دعا کا کائی بنتا ہے اور دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

دیکھا کہ عید گاہ میں بہت بڑا مجمع ہے اور وعظ ہو رہا ہے لیکن واعظ جو کچھ کہہ رہا ہے اوپر ہی دل سے کہہ رہا ہے۔ اس میں حقیقت کا کوئی شائبہ نہیں۔ زیادہ تر یہ پہلو نمایاں ہے کہ لوگ خوش ہوں۔ سبحان اللہ، واعظ نے کیا خوب دعا مانگی ہے! یعنی یہ دعا صورت و شکل اور لباس کی طرح مصنوعی ہے۔ اس میں نمائش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

غنودگی کی ایک لہر آئی، پپوٹے بھاری ہو گئے۔ پلکوں کی حرکت ساکت ہو گئی تو نظر ٹھہر گئی۔ دیکھا کہ فرشتے (ملائکہ عنصری) اس میدان کے چاروں طرف گروہ در گروہ موجود ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔ ''اے گروہ ملائکہ! یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ ان کی دعاؤں میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟''

فرشتوں نے کہا۔ ''یہ سب دھوکہ اور فریب ہے۔ ہائے افسوس! دعا بھی ایک رسم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس مجمع کے بارے میں ہمارا یہ تاثر ہے کہ ایک شخص نے مجمع لگا رکھا ہے اور کسی شعبدے باز کی طرح اپنی تقریر کے انچ پیچ سے لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ اس طرف دیکھنا بھی ہم سمجھتے ہیں وقت ضائع کرنا ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''اتنے بڑے مجمع میں کیا اللہ کا ایک بندہ بھی ایسا نہیں ہے کہ اس کی دعا شرف قبولیت حاصل کرے؟''

فرشتہ بولا۔ ''یہاں اللہ کے بندے موجود ہیں لیکن وہ ہماری طرح دعا میں شریک ہی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون سے واقف ہیں---

بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی تبدیلی نہیں چاہتی۔ (قرآن)

میں نے فرشتوں سے پوچھا۔ "کم وبیش بتیس (۳۲) سال سے دیکھ اور سن رہا ہوں کہ تمام مسلمان دعا مانگتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پورے عالم اسلام میں یہ عمل دہرایا جا رہا ہے۔ اس طرح کروڑوں، اربوں بلکہ اس بھی زیادہ دعائیں کہاں جاتی ہیں؟"

فرشتوں نے مجھ سے سوال کیا۔ "آپ کے ہاں دنیا میں چوبیس گھنٹے جو یہ گانا بجانا، غضب، حق تلفی، قتل وغارت گری، تعصب، بددیانتی، اقربا نوازی، خویش پروری، حرص ولالچ، دھوکہ اور فریب دہی کے اعمال ہوتے رہتے ہیں، ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ سب اعمال کہاں جاتے ہیں؟ بلاشبہ دعا میں اگر صدق نہ ہوتو، گداز نہ ہو۔ ایسا گداز جو وجدان کو حرکت میں لے آئے۔ تو ایسی دعا کا بھی وہی اثر ہوتا ہے جو آپ کے غیر حقیقی اعمال کا ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ سب بے کار اور بدنصیبی پر محمول کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان بدنصیبی اور پھٹکار کے شکنجے میں اس طرح جکڑ گیا ہے کہ اب مسلمان کو مسلمان کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

میں نے فرشتوں سے کہا۔ "یہ تو صحیح ہے کہ مسلمان بڑی ہی مصیبت میں اور بدحالی کا شکار ہیں لیکن ہم سیدھے سادھے عوام کا کیا قصور، ہمیں کس بات کی سزا مل رہی ہے، ہم کیا کر سکتے ہیں! ایک طرف واعظ اور اس کی مصلحتوں کا پھندا پڑا ہوا ہے اور دوسری طرف سرمایہ دار حضرات نے اپنی اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔ تڑپتی ہوئی اور سسکتی ہوئی چلتی پھرتی لاش کے علاوہ ہماری کوئی اور حیثیت نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہم اس قوم کے اجزائے ترکیبی ہیں لیکن اجزائے ترکیبی بذات خود تو کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کس سے شکوہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو ہمارا ذہن روٹی کپڑے سے باہر قدم ہی نہیں رکھ سکتا۔ ہمیں مصیبتوں، پریشانیوں اور بیماریوں ہی سے کب فرصت ملتی ہے کہ ذہنی سکون کے ساتھ دعا کرنے کے قابل ہوں۔"

فرشتوں نے اس سوال کو بہت غور سے سنا اور جواباً کہا۔ "یہ ساری دنیا اللہ کی مخلوق ہے اور اس مخلوق کے طفیل یہ دنیا قائم ہے۔ اللہ کی مخلوق سے ہی دنیا میں رونق ہے۔ اللہ کے بندوں سے ہی یہ دنیا ارتقائی منازل طے کر رہی ہے۔"

فرشتوں نے مزید کہا۔ "آپ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ قوم نام ہے افراد کا۔ افراد جب اپنے نبی ﷺ کے مشن سے دور ہو جاتے ہیں ان کے اندر احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور احساس کمتری صلاحیتوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ شیطانی گروہ اللہ کی مخلوق کی اس کمزوری سے ناواقفیت کی بنا پر ہمیشہ اس

بات کی کوشش کرتا ہے کہ جس طرح بھی ہو ان کو اس احساس سے نہ نکلنے دیا جائے۔ ہر مذہب کے نام نہاد پیشوا، مخصوص لباس اور مخصوص وضع قطع کو اپنا کر اللہ کی مخلوق کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم تمہارے درمیان مقدس اور برگزیدہ ہیں اور تمہیں اپنی زندگی ہماری بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق بسر کرنی چاہیئے۔ اور یہی زندگی تمہارے لئے راحت اور آرام کی ضمانت ہے۔ اس کے خلاف قدم اٹھا کر تمہارے اوپر دین اور دنیا کی راحتوں کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اور نعوذ باللہ اللہ کی قربت سے دوری ہی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ یہ گروہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستے پر خرچ نہیں کر ڈالتے پس ان کے لئے عذاب الیم کی بشارت ہے۔

اپنے مخصوص رہن سہن اور اپنے بتائے ہوئے قواعد وضوابط کے ذریعے اللہ کی مخلوق کو اتنا ہراساں کر دیتے ہیں کہ ان کا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے اور دماغ تعطل کا شکار۔ یکسوئی اور آزادی ذہنی ان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ بن جاتی ہے۔ اور یہ احساس کمتری کا وہ درجہ ہے جہاں پوری قوم انسانیت کے دائرے سے نکل کر بھیڑ بکریوں کی صف میں شامل ہو جاتی ہے۔

اس آیت کو پھر پڑھیئے اور غور کیجئے ---

جب تک کوئی قوم خود اپنے اندر تغیر نہیں چاہتی، اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں فرماتے۔

جب قوم اپنے اندر تبدیلی چاہتی ہے تو ہم گروہ ملائکہ اس قانون کے تحت اس امر پر کاربند رہتے ہیں کہ اس کا ساتھ دیں۔ ہم فرشتے ان کی مرضی اور منشاء کے مطابق ان کے دائیں بائیں، آگے پیچھے رہ کر شیطانی طاقتوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور جو حشر شیطانی طاقتوں کا ہوتا ہے اس سے آپ کی زمین کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

یہاں یہ مشکل درپیش ہے کہ ایک تلی سے لے کر بڑے سے بڑے کاروباری تک ہر شخص حرص اور دولت پرستی جیسی بیماری کا شکار ہے۔ عالم اسلام میں یہ بیماری عام ہے۔ مذہب اور اللہ کے احکامات کو مصلحتوں کے تحت قبول کیا جاتا ہے، دل سے قبول نہیں کیا جاتا۔ زبان پر اللہ کا تذکرہ ہے لیکن ان کا دل اللہ سے خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت یہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اور اس کی پاداش بہت سخت ہے۔ لوگوں کے دلوں میں جب لالچ اور حرص و ہوس بھر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

عامۃ المسلمین کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے حبیب ﷺ کی امت ہیں، عمل دیکھو تو مسلمان کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی آپ کے سامنے ہے۔ حضور ﷺ کے رہن سہن سے آپ سب واقف

ہیں۔ حضور ﷺ جس گھر میں قیام فرماتے تھے وہ ایک کچا کوٹھایا حجرہ تھا۔ چھت کھجور کے پتوں اور تنے سے ڈھکی ہوئی تھی۔ گھر میں بستر کی جگہ بوریا اور چمڑے کا تکیہ تھا۔ اس تکیے میں روئی نہیں تھی، فوم نہیں تھا۔ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ ہاتھ چھت تک پہنچ جائے۔ پردہ کے طور پر گھر کے دروازے پر ایک کمبل لٹکا رہتا تھا۔ کائنات کے سرتاج ﷺ ،صاحب معجزہ شق القمر ﷺ ، اسلامی حکومت کے سربراہ ﷺ کی رفیقہ حیات، حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اثاثہ ایک بستر اور ایک تکیہ، آٹا اور کھجوریں رکھنے کے لئے ایک یا دو مٹکے، اپنی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لئے۔

حضور کے صحابہؓ بھی آپ ﷺ کی زندگی کا نمونہ تھے۔ انصاف کیجئے کیا مسلمانوں کی زندگی حضور ﷺ سے ملتی ہے ! دولت مند ہر آدمی بننا چاہتا ہے لیکن حضرت عثمان غنی بننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ آپ ایک طرف زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی امت ہیں، دوسری طرف آپ کی زندگی کا ہر عمل حضور ﷺ کے عمل کے برعکس ہے۔ اور آپ چاہتے یہ ہیں کہ آپ کے اوپر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، آپ کی دعائیں قبول کی جائیں اور دنیا میں آپ ایک معزز قوم بن کر رہیں۔''

فرشتوں کا یہ کلام میرے لئے تازیانہ عبرت ثابت ہوا۔ میں نے اپنا محاسبہ کیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ دل کا غبار آنکھوں سے پانی بن کر نکلا تو میرے اندر کی نظر پر دھند چھا گئی اور کیفیت ٹوٹ گئی۔

خواجہ غریب نوازؒ کے دربار میں

--- کراچی

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا وردزبان پر تھا کہ کہ غیر اختیاری طور پر درود شریف پڑھنے لگا۔ کچھ ایسا گداز پیدا ہوا کہ دل بھر آیا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اندر کا غبار دھل گیا تو دماغ سراپا سرور بن گیا۔ آنکھیں بوجھل ہوگئیں۔ نظر ایک روشن نقطہ پر ٹھہر گئی اور دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے آدمی کسی بزرگ کی زیارت کے لئے جمع ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ بزرگ کہاں ہیں جن کی زیارت کے لئے آپ سب حضرات جمع ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب نے اشارے سے بتایا کہ وہ سامنے کوٹھری میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں مجمع کو چیرتا ہوا اس کوٹھری میں داخل ہوگیا۔ دیکھا کہ تخت پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ قبلہ حضرت وارث علی شاہؒ ہیں۔ میں نے نہایت عقیدت کے ساتھ سلام کیا۔ پھر دیکھا کہ تخت کے ساتھ ایک ڈیسک نما الماری بنی ہوئی ہے۔ اس ڈیسک پر چند رجسٹر رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ سے عرض کیا۔ ''حضور! میرے پاس ٹکٹ نہیں ہے اور مجھے ٹکٹ کی ضرورت ہے۔'' یا یوں گزارش کی۔ ''میرے پاس اس خاندان کا لکھا ہوا پاس نہیں ہے، مجھے دیدیجئے۔''

ایک صاحب نے مجھ سے نظریں ملائے بغیر کہا۔ ''یہ شخص ہمارے خاندان کا فرد نہیں ہے۔''

میں نے پھر عرض کیا۔ ''میں اس خاندان کا ادنیٰ غلام ہوں، ایسا غلام جس کی نسبت خاندان چشت سے قائم ہے۔ میرے نام کا رجسٹر میں اندراج ہونا چاہیئے۔''

ان صاحب نے پھر مخالفت کی اور خاموش ہوگئے۔ حضرت وارث علی شاہ صاحبؒ نے مجھے چار ٹکٹ اور ایک سند عطا فرمادی اور میں وہ سند لے کر کوٹھری کے باہر آگیا۔ واپس آکر میں نے دیکھا کہ ایک کوٹھے کا زینہ ہے اور زینہ پر میرے دادا کے خلیفہ حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں لپک کر سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور حضرت کو سلام کیا۔

حضرت نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ ''تو میرے پاس کیوں آیا ہے؟''

میں نے فوراً اپنے دادا کا واسطہ دیا اور انتہائی لجاجت اور عاجزی کے ساتھ ساتھ رہنے کی درخواست کی لیکن جب میری کوئی شنوائی نہیں ہوئی تو میں نے بلند آواز سے کہا۔

''قبلہ! جب تک آپ مجھے قبول نہیں فرمائیں گے، میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔''

اس بات پر حضرت کو ہنسی آ گئی اور فرمایا۔ "تو بہت شریر ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "حضور ! میں آپ کا غلام بھی ہوں اور غلام اپنے آقا پر ناز بھی کرتا ہے۔"

میں نے دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب کی ناگواری خوشی میں بدل گئی۔ اور جیسے ہی یہ بات وقوع پذیر ہوئی حدِ نظر تک میرے سامنے ایک خوبصورت تالاب آ گیا۔ دیکھا کہ اس تالاب میں بہت شفاف پانی بھرا ہوا ہے۔ اور پانی کی تہہ سے بڑی ہی عجیب قسم کی روشنیاں ابل رہی ہیں۔ جب یہ صورت واقع ہوئی تو بزرگ وہاں سے تشریف لے گئے میں اوپر چڑھ گیا۔ میں نے اوپر سے دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ اور اس میدان میں پیران پیر دستگیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا عرس ہو کر ختم ہوا ہے۔ اور دریاں لپیٹ لپیٹ کر اوپر چھت پر رکھی جا رہی ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ دریاں حضور غریب نواز خواجہ اجمیریؒ کے مزار پر جائیں گی۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے خود کو ایک دری میں لپیٹ لیا۔ پھر کچھ لوگ آئے اور وہ دریوں کو اپنے سروں پر اٹھا کر ہوا میں اڑنے لگے۔ میں جس دری میں لپٹا ہوا تھا وہ بھی اٹھالی گئی۔ اور میں دری کے ساتھ حضور خواجہ غریب نوازؒ کے مزارِ پُر انوار کی چھت پر پہنچ گیا۔ میں دری سے باہر آیا اور چھت سے نیچے ایک احاطہ میں اتر آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے سارے بچے وہاں موجود ہیں۔ اور بچوں کی والدہ بھی وہاں ہیں۔ دو بچے میرے آگے آگے ہو گئے اور میں ان دونوں بچوں کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ بالآخر میں حضور خواجہ غریب نوازؒ کے روضۂ اقدس کے اندر پہنچ گیا ۔ اور میں نے دروازے سے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ نو بچوں کے قدموں کے نشان نظر آئے لیکن روضۂ اقدس میں صرف دو (۲) ہی بچے اندر آئے۔ میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ روضہ کے اندر ایک بہت کشادہ کمرہ ہے اور اس کشادہ کمرے میں ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے۔ اور چارپائی سے کافی فاصلے پر حضور خواجہ غریب نوازؒ زمین کے اوپر فرش پر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں۔ ایک بچہ تیز تیز قدم اٹھا کر حضور خواجہ غریب نوازؒ کے پاس پہنچ گیا۔ اور جا کر بلند آواز سے کہا۔ "السلام علیکم !"

حضور خواجہ غریب نوازؒ نے چادر سے چہرہ انور باہر کر کے دیکھا اور فرمایا۔ "یہ کس کا بچہ ہے؟" پھر پہچان کر فرمایا۔ "آجا، میرے پاس آجا !"

دوسرا بچہ چارپائی پر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے بہت کہا تو بھی حضور خواجہ غریب نواز کے پاس چلا جا لیکن وہ بچوں کی طرح شرما گیا اب میری روئداد سنئے۔

دوزخ کا مشاہدہ

میں نے اندر سے دروازے کی کنڈی لگا دی تا کہ اندر کوئی صاحب آ کر حضور خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے آرام میں مخل نہ ہوں۔ میں نے جب آگے بڑھنا چاہا تو جوتے میرے پیروں سے چپک گئے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ پیروں میں سے جوتے نکل جائیں لیکن پیر جوتوں سے آزاد نہیں ہوئے اور اسی کوشش میں دہائی دی۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ متوجہ ہوئے اور میرے پیر خود بخود جوتوں سے آزاد ہو گئے اور دیکھا کہ حضور خواجہ غریب نوازؒ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے تقریباً بیس (۲۰) منٹ گفتگو فرمائی۔ زبان مبارک سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ میرے لئے مشاہدہ بن جاتے تھے۔

فرمایا انسان چھ شعور اور سات لاشعور سے مرکب ہے۔ سات لاشعور کا تذکرہ قرآن پاک میں سات آسمانوں سے کیا گیا ہے۔ ہر آسمان ایک بساط ہے اور اس میں فرشتے آباد ہیں۔ ملائکہ عنصری، ملائکہ کروبی، ملائکہ سماوی، حاملان عرش۔ یہ سب فرشتوں کے الگ الگ گروہ ہیں۔ جنت کی دنیا سے متعلق فرشتوں کا ایک گروہ الگ ہے۔ دوزخ کا تذکرہ آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک لامتناہی وسیع و عریض جگہ ہے۔ یہاں آگ ہے۔ کھولتے ہوئے پانی کے دریا ہیں۔ خون اور پیپ کے بڑے بڑے تالاب ہیں۔ زمانیان فرشتے جو دوزخ کے انتظام پر مامور ہیں، اس قدر ہیبت ناک ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر سراپا وحشت اور خوف بن جاتا ہے۔ حد نظر تک دہشتناک خار دار زقوم کے درخت ہیں، بڑے بڑے اژدہے منہ کھولے کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ گھاس ہے لیکن جلی ہوئی خشک۔ دوزخ کی زمین پر سنگلاخ چٹانیں ہیں جہاں ڈھونڈ ھنے سے بھی ہریالی نظر نہیں آتی۔ وہاں کی فضا غمگین، اداس اور نوحہ کناں ہے۔ خنک اور ٹھنڈے پانی کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ یہاں کے ماحول کو ایسی گیس نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے جو آدمی کے دل کی حرکت کے لئے ایک عذاب ہے۔ دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ زمین پر نظر گئی تو وہ تپتے ہوئے تانبے کی طرح محسوس ہوئی۔ اتنی سخت اور گرم کہ تصور سے ہی جسم لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ ایسے ایسے الاؤ روشن ہیں کہ ان کے تصور سے ہی چربی پگھلنے کی چراند آنے لگتی ہے۔ یکا یک ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال آیا کہ دوزخ کے باسی لوگ آخر کس طرح زندگی گزاریں گے۔ خیال کا آنا تھا کہ آہ بکا، چیخ و پکار اور دلدوز آوازیں کانوں کے پردے سے ٹکرائیں ان آوازوں سے میں بری طرح سہم گیا، پتہ پانی ہو گیا، جگر خون بن گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو بدستور حضور خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں موجود تھا۔ حضورؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ ''یہ جگہ ان

لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو اپنے رب سے کیے ہوئے وعدے سے انحراف کرتے ہیں۔" میں رونے لگا اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے اس عاجز و مسکین کے سر پر دست شفقت رکھا اور تسلی دی۔ کچھ کھانے کو دیا (جو یاد نہیں کیا چیز تھی) اور فرمایا۔ "جنت کیا ہے، یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو انعام یافتہ ہیں۔"

جنت کے خوبصورت اور بلند و بالا دروازے پر رضوان کو کھڑے دیکھا۔ رعنائی حسن کیا بیان کروں! ایسا حسن جس کو احاطہ تحریر میں لایا جائے تو نوع انسانی کے لاکھوں سال کے ذخیرہ شدہ الفاظ ختم ہو جائیں اور حسن کا بیان پایہ تکمیل کو نہ پہنچے۔ جنت کے فرشتے رضوان پر نظر پڑی تو کشش حسن سے پورا جسم کانپنے لگا۔

رضوان آگے بڑھا اور مصافحہ کیا۔ قرار آگیا۔ بولا۔ "تم سلطان العارفین خواجہ غریب نواز کے مہمان ہو اندر جا سکتے ہو۔"

جنت کی سیر

میں آگے بڑھا اور یاقوت وزمرد سے بنا ہوا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ جنت کو ایک وسیع وعریض لامتناہی رقبہ پر آباد ایک خوش نما شہر دیکھا۔ سچے موتیوں کی چمک دمک سے بنی ہوئی اینٹوں سے فلک بوس محلات نظر آئے۔ ہر محل سے پہلے دیدہ زیب اور خوبصورت باغ، باغوں میں مخروطی اور بیضوی تالاب، تالابوں میں آنکھوں کو خیرہ کرنے والا صاف شفاف پانی، پانی ایسا میٹھا جیسے شہد۔ تالاب یا حوض میں فوارے، فواروں میں سے ابلتا ہوا قوس وقزح کی طرح رنگین پانی۔ پانی کی ہر لہر یا دھار کا رنگ الگ۔ جب پانی ابلتا ہے تو رنگ برنگی ہزاروں قسم کی پھول جھڑیوں کا گمان ہوتا ہے۔ محلات کے اندر آسائش کا ایسا سامان جو زمین پر بسنے والے کے تصور سے باہر ہے۔ پردے ایسے کہ زربفت وکمخواب ان کے سامنے کھدر سے بھی کم وقعت۔ محلات میں خدمتگار

حوروغلمان، سراپا نور میں ڈھلے ہوئے، آنکھوں میں سچے موتی اور نیلم کی چمک۔ رخسار لعل بدخشاں، حوریں سراپا سپردگی، غلمان سراپا جذب وکشش۔ میں نے نظر بھر کر جو حور کو دیکھا تو میرے اوپر کپکپی طاری ہوگئی۔ اور جب اس حالت غیر کو حور نے دیکھا تو وہ مسکرائی، ایسی مسکراہٹ کہ بجلیاں کوندگئیں۔ دماغ گھوم گیا۔ کھڑے ہونے کا یارا نہ رہا۔ ایک میگنٹ تھا جو لہریں بن کر جسم وجاں میں دوڑ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اس صناعی کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ جذب وشوق نے کروٹ لی۔ میں دیوانہ وار آگے بڑھا اور حور میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

جنت کے باغوں میں ایسے درخت دیکھے کہ جو نور سے مرکب سراپا نور نظر آئے۔ ایسے طوطی مقال رنگ برنگے پرندے دیکھے جن کے پروں سے روشنی نکل رہی تھی۔ پھول ایسے جن میں کئی کئی رنگوں کا امتزاج، پھول کی پتی کا ہر رنگ ایک قمقمہ، خوشبو کا طوفان، لگتا ہے کہ کروڑوں روشنیوں کے رنگ رنگ قندیل روشن ہیں۔ ہوا چلتی ہے تو پوری فضا جلترنگ ہوجاتی ہے اور اونچے نیچے مدہم سروں میں ساز بجنے لگتے ہیں۔ سازوں میں اتنا کیف وسرور کہ آدمی وجدان سے معمور ہوجاتا ہے۔ باغوں میں دودھ اور شہد کی نہریں۔ پھل اس قدر شیریں اور خوش ذائقہ کہ انسان ان کا ذائقہ چکھ لے تو اس کے اوپر نشہ طاری ہوجائے۔ مجھے وہ مقام بھی دکھایا گیا جہاں حضرت آدمؑ وحوا سکونت پذیر تھے۔ وہ درخت بھی مشاہدہ میں جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ دل چاہتا ہے کہ اس درخت کی تشریح بیان ہوجائے لیکن ہاتف غیبی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ بات نوع انسان کے شعور کی سکت سے باہر ہے۔

جنت کی مسحور ومخمور فضا میں ہر طرف ہریالی، خوش نما پھل پھول، آبشاریں، نہریں، تالاب، حوض اور حوض میں کنول کی طرح پھولوں کی بہتات ہے۔ سماں ایسا جیسے بارش تھمنے کے بعد سورج غروب ہونے سے ہوتا ہے۔ القصہ مختصر، میں ابھی محو حیرت تھا کہ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے ارشاد فرمایا۔

''کیا سمجھا، یہ سب کیا ہے؟''

اب میں پھر روضۂ مقدس ومطہر کے اندر حضور خواجہ صاحبؒ کے سامنے مکمل عجز وانکسار بنا بیٹھا تھا۔

سلطان العارفین حضور خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔

''جو دیکھا، کیا سمجھا؟''

اور پھر قرآن کریم کی سورہ المطففین تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے۔۔

خرابی ہے ڈنڈی مارنے والوں کی، جن کا یہ حال ہے جب لوگوں سے ماپ لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اس دن جب کہ سب لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہر گز نہیں یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے اور تمہیں کیا معلوم قید خانے کا دفتر کیا ہے !، ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اس روز ان لوگوں کے لئے جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور روز جزا کو وہی لوگ جھٹلاتے ہیں جو حد سے تجاوز کر جانے والے بدعمل ہیں۔ انہیں جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ہر گز نہیں، یقیناً اس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔ پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ہر گز نہیں، بے شک نیک آدمیوں کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتروں میں ہے، اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہیں اوپر والے ! ایک کتاب ہے لکھی ہوئی، اس کو دیکھتے ہیں فرشتے نزدیک والے۔ بے شک نیک لوگ ہیں آرام میں، اونچی مسند اور تختوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر تم آرام اور تازگی محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہیں وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مقرب لوگ شراب پئیں گے۔ مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب انکے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر ان کی طرف اشارہ کرتے تھے، اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے اور جب دیکھتے تو کہتے تھے یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں حالاں کہ وہ ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجے

گئے۔ آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں۔ مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں۔ اب بدلہ پایا منکروں نے جیسا کرتے تھے۔ (پارہ۳۰ ۔ سورہ۸۳)

اللہ کے دوست سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث اولیاء اللہ کے سردار حضور خواجہ غریب نوازؒ نے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد کہا۔ ''تو کیا سمجھا؟ ذہن پر زور ڈال اور تفکر کر۔''

خواجہ صاحبؒ کی زبان سے تلاوت قرآن پاک سن کر میرے اوپر سکتہ کی سی کیفیت تھی۔ میں کچھ بھی تو نہ بول سکا۔ گم صم خاموش بیٹھا رہا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ یوں گویا ہوئے۔ ''تو یہ بات جانتا ہے کہ زندگی دوسرے معنوں میں خبر ہے۔ مسلسل اور متواتر خبر۔ ایسی خبر جو علم کی حیثیت رکھتی ہے۔'' اور پھر جب یہ آیت تلاوت کی، اور ہم نے آدم کو اپنے اسماء کا علم سکھایا، تو میں پھر شہود کے عالم میں چلا گیا۔ آدم کی تخلیق کس طرح ہوئی، کھنکناتی بجتی مٹی کا مفہوم کیا ہے - یہ سب اجزاء کڑی در کڑی سامنے آگئے۔ مختصر یہ کہ آدم ایک خلا ہے، ایسا خلا جو بجتا ہے اور جو چیز بجتی ہے وہ خبر یا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی موقع پر آدم کی تخلیق کے فارمولے منظر عام پر آجائیں گے۔

قانون یہ ہے کہ جب کوئی بات سمجھائی جاتی اور کوئی علم سکھایا جاتا ہے تو وہ بات یا علم ڈسپلے (DISPLAY) ہوتا ہے۔ یعنی جب کوئی صاحب روحانیت گیہوں کہتا ہے تو ہمارے سامنے محض گندم کا دانہ ہی نہیں ہوتا بلکہ گندم جن انوار اور روشنیوں سے بنا ہے پہلے وہ انوار اور روشنیاں سامنے آتی ہیں اور اگر یہ بتایا جائے کہ گندم زمین سے اگتا ہے تو گندم کا یہ اگنا اس طرح ڈسپلے ہوگا کہ

گندم کے اندر روشنیاں، گندم کو ہاتھ سے چھوڑا، فضا میں جو روشنیاں اور گیسز (GASES) ہیں وہ روشنیاں اور گندم کے اندر کام کرنے والی روشنیاں باہم دگر مل کر کیا کیفیت پیدا کرتی ہیں، یہ بات سامنے آتی ہے۔ اور پھر جب گندم زمین پر گرتا ہے تو زمین کی ساخت، زمین کن انوار، کن روشنیوں اور کن گیسوں (GASES) سے مرکب ہے - یہ سب چیزیں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ پھر یہ بات علم بن جاتی ہے کہ گندم ذخیرہ ہے اپنی مخصوص مقداروں کا۔ فضا میں پھیلی ہوئی کھربوں روشنیاں اور زمین کے اندر کام کرنے والی لہروں کا علم مشاہدہ بن جاتا ہے۔

خالق کائنات کے دوست، مقدس اور برگزیدہ ہستی قبلۂ عالم حضرت خواجہ غریب معین الدین چشتی اجمیریؒ نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور فرمایا۔ ''واپس جا اور تفکر کو اپنا شعار بنالے۔''

اب میں کھلے آسمان کے نیچے چھت پر بیٹھا تھا اور جسم سردی سے کپکپا رہا تھا۔

فرشتوں کا جسم

شام کے تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اچانک گرجا کے سامنے آسمان کی بلندیوں سے ایک مینار نیچے آرہا تھا۔ اس مینار پر عربی رسم الخط میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو کتنا حسین مینار ہے۔ اس نے میری بات کی تائید کی اور چھلاوے کی طرح غائب ہوگیا اور میں مینار کو ہی دیکھتا رہا۔ یہ مینار نیچے آتے آتے ایک مسجد کی چھت پر قائم ہوگیا۔ پھر یہی مینار میرے اوپر جھکا۔ جب میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش کی تو یہ اوپر اٹھ گیا۔ جب ہاتھ نیچے کرلیا تو میرے اوپر جھک گیا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ آسمانی مینار ہے، بغیر وضو کے نہیں چھونا چاہیئے۔ جیسے وضو کرنے کا خیال آیا، فوراً سامنے پانی کا نل آموجود ہوا۔ میں نے اس نل سے وضو کیا۔

یکا یک زبردست تیز آندھی آگئی اور مجھے اڑا کر لے گئی۔ خیریت سے ایک مقام پر اتر گیا۔ سامنے بہت خوبصورت مسجد ہے۔ ایک دم یہ خیال آیا کہ یہ مسجد نبوی ﷺ ہے۔ خدا کے حضور شکرانہ ادا کیا کہ اللہ پاک نے اس گناہ گار کو یہ موقع عطا فرمایا۔ ذرا آگے بڑھا تو بند دروازہ نظر آیا۔ دروازہ کھولا اور اندر گیا تو وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا ملا اس مردِ خدا نے حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مطہرہ کی طرف اشارہ کیا۔ میں انتہائی بے قراری کے عالم میں اور والہانہ انداز سے آگے بڑھا۔ روضۂ اقدس کی جالیوں کو ہاتھوں سے چھوا اور آنکھوں سے بوسہ دیا۔ اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے دیارِ حبیب ﷺ میں اس وقت بھیجا ہے جب یہاں ایک آدمی بھی نہیں ہے میں تنہا ہوں۔ جس طرح چاہوں اپنے آقا ﷺ کے حضور سجدۂ غلامی پیش کرسکتا ہوں۔ کیف و مستی سے سرشار، آقائے دوجہاں کی قربت سے آشنا، حضور ﷺ کے روضۂ انور کے دائیں جانب بیٹھ گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کائنات کے اندر موجود پورا گداز میرے اندر منتقل ہوگیا ہے۔ نہ جانے اتنا رونا کہاں سے آگیا کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ آنکھوں کے ذریعے آنسوؤں کی آبشار گر رہی ہے۔ میری آنکھیں پانی ہوگئیں یہ پانی جب چہرہ کو دھوتا ہوا منہ کے قریب سے گزر کر نیچے ٹپکا تو اس کا ذائقہ نمکین تھا۔ اس سارے عرصے میں اللہ تعالیٰ سے رو رو کر گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا۔ اے اللہ، اے میرے پروردگار ! میرے اور تمام مخلوق کے خالق، میرے آقا ! میں آپ کا بندہ ہوں۔ آپ خالق ہیں، میں آپ کی مخلوق ہوں۔ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں میرے سب گناہ معاف کردیجئے۔ بہت دیر بندہ اپنے خالق کے حضور آنسوؤں کے نذرانے کے ساتھ عاجزانہ التجائیں کرتا رہا۔ بارے قرار آیا۔ اٹھا، حضور انور کے مزار اقدس کو چوما،

ہاتھوں سے چھوا، آنکھوں سے بوسہ دیا۔ مقدس و منور اور تجلی الٰہی سے معمور ان جالیوں سے سر لگایا تو دل کی آنکھیں وا ہوگئیں۔ نظر آیا کہ مزار اقدس مطہرہ پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات نچھاور ہو رہی ہیں۔ روضۂ مبارک کے چاروں طرف فرشتوں کی صفوں کی صفیں کھڑی حضور فخر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیج رہی ہیں۔ فرشتوں کے جسموں سے روشنیاں پھوٹ رہی ہیں۔ میں ان روشنیوں کو مرکری لائٹ سے تشبیہ دے سکتا ہوں۔ ایسا منظر تھا کہ چاندنی میں ڈھلی ہوئی مجسم صورتیں صف ایستادہ ہیں۔ ادب و احترام کا یہ عالم ہے کہ ہر فرشتہ سر جھکائے تقریباً رکوع کی حالت میں ہے۔ جب اللہ کی یہ برگزیدہ مخلوق یک زبان ہو کر

یَانَبِیْ سَلَامُ عَلَیْکَ   یَا رَسُوْل سَلَامُ عَلَیْکَ   یَا حَبِیْب سَلَامُ عَلَیْکَ

کہتے تھے تو دل کے تار جھنجھنا اٹھتے تھے۔ زمین و آسمان اور کائنات سمٹی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ واپس ہونے کا حکم ہوا۔ نماز ادا کی اور حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کی شبیہ آنکھوں اور دل میں نقش کر کے افتاں و خیزاں واپس ہوا۔

ہم تین دوست ریلوے کراسنگ سے گزر کر ریلوے لائن کے ساتھ چلنے لگے۔ چند قدم چلے تھے کہ زور کی ہوا چلی اور گرد و غبار کی ایک دبیز چادر پورے ماحول پر چھا گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس طرح ہم منزل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ جتنی بھی کوشش کریں گے، ہوا کا یہ طوفان آگے بڑھنے کی بجائے ہمیں پیچھے ہی دھکیل دے گا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اگر منزل پر پہنچنا ہے تو آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں۔ اس وقت طوفان زوروں پر ہے۔ آگے بڑھنا محال ہے۔ اگر آپ حضرات میرا ساتھ دیں تو میں روحانی طاقت سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔''

مگر میرے ساتھی اس پر رضامند نہیں ہوئے اور میں تنہا تیز قدموں سے آگے بڑھا۔ ذہن سے **یَا حَفِیْظُ یَا حَفِیْظُ** کا ورد کرتا ہوا دوڑنے لگا۔ دوڑنے کی رفتار اتنی ہوگئی کہ زمین میرے پیروں سے نکل گئی۔ اور میں آسمان میں پرواز کرنے لگا۔ تقریباً تین میل اوپر اٹھنے کے بعد دیکھا کہ میں خلاء میں چہل قدمی کر رہا ہوں۔ خلاء بھی ہماری زمین کی طرح ایک اسپیس ہے۔

اللہ کی آواز

خلاء میں ایک سمت جگنو چمکتے ہوئے نظر آئے۔ غور سے دیکھا تو یہ چھوٹے چھوٹے روشن نقطے فرشتوں کی ٹولیوں میں بدل گئے۔ گروہ در گروہ یہ فرشتے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ قریب جا کر میں نے سلام کیا اور فرشتوں سے مصافحہ کیا۔ فرشتوں نے مجھ سے باتیں بھی کیں مگر میری سمجھ میں ان کی کوئی بات نہیں آئی۔

ملائکہ عنصری سے ملاقات کر کے نیچے اترا اور ایک خوبصورت باغ میں خود کو موجود پایا۔ اس باغ میں ایک چھوٹا بچہ کھیل رہا تھا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر باغ سے باہر لے گیا۔ اب دیکھا کہ میں اور وہ لڑکا کسی عمارت میں ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ عمارت ''خانہ کعبہ'' ہے۔ لوگ جوق در جوق طواف کرتے نظر آئے۔ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ اگلی نشستوں میں بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کے بعد سلام پڑھنا شروع کر دیا۔ شریک محفل ہونے پر محسوس ہوا کہ میرے منہ میں پان ہے۔ تھوکنا چاہا تو غیب سے وہاں اگالدان موجود ہو گیا۔ لیکن منہ میں انڈے کے برابر ایک گولا بن گیا۔ یہ گولا انتہائی درجہ متعفن اور لیس دار تھا۔ تھوکنا چاہا تو یہ تعفن منہ سے باہر نہیں آیا۔ بالآخر منہ میں انگلی ڈال کر باہر نکالا۔ اور اگالدان میں ڈال دیا۔ منہ میں اب بھی لیس دار رطوبت بھری ہوئی تھی۔ اس ہی حالت میں درود وسلام کی مجلس میں شریک ہو گیا۔ یکا یک خانہ کعبہ سمٹنا شروع ہو گیا اور آہستہ آہستہ ایک نورانی بساط میں تبدیل ہو گیا۔ اور وہاں موجود تمام لوگ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اب دیکھا کہ یہ بساط عرش ہے۔ عرش نورانی لہروں سے بھرا ہوا ہے۔ یہاں ان لہروں اور نورانی بساط کے علاوہ کسی اور چیز کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ساکت و جامد لہروں میں ارتعاش ہوا اور لہریں ''صوت سرمدی'' کے ساتھ الگ ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

کس منہ سے کہوں اور کیوں کر بیان کروں کہ ان لہروں کے حجاب میں اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہیں۔ احساس بندگی حرکت میں آ گیا۔ خمیدہ کمر، سر جھکائے آگے بڑھا اور اللہ تعالیٰ کے قدموں میں گر گیا۔ محسوس یہ ہو رہا تھا کہ میرا سر اللہ تعالیٰ کے پیروں میں رکھا ہوا ہے۔ کان میں آواز آئی ''ہمارے بندے ! اٹھ کھڑا ہو۔''

میں مئودب کھڑا ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے لگا۔ دیکھا کہ میرے بائیں طرف ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا ہے اور دائیں طرف ایک لڑکی۔ لڑکے کی عمر میرے خیال میں چار سال اور لڑکی کی عمر ڈھائی سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے چھوٹی بچی زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔ میں نے لڑکے سے پوچھا ''اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟''

پھر میں نے چھوٹی بچی سے کہا۔ ''تم اللہ تعالیٰ کو جانتی ہو؟''

اس نے انگشت شہادت سے بتایا۔ ''یہ ہیں اللہ تعالیٰ۔''

دل کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ ''(لڑکے کی طرف اشارہ کر کے) ''اسے پتہ نہیں ہے۔'' پھر ارشاد کیا۔ ''مانگ کیا مانگتا ہے؟''

بندہ نے عرض کیا۔ ''باری تعالیٰ ! اب کچھ نہیں چاہیئے۔ آپ مل گئے پوری کائنات مل گئی۔''

فرمایا۔ ''نہیں۔ یہ لو اور کھاؤ۔''

میں نے کیا چیز کھائی یہ بتانے سے میں قاصر ہوں مگر مزہ اس کا سیب اور انگور سے ملتا جلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیحت فرمائی (جو ذہن میں محفوظ نہیں رہی۔ بہت یاد کرتا ہوں کہ ایک لفظ ہی یاد آ جائے) اور فرمایا۔ ''اب تم زمین پر واپس جاؤ۔''

صحابی جن کی زیارت

مراقبہ میں دیکھا کہ ایک مکان ہے۔ مکان کے اندر دو سہ دریاں ہیں۔ سہ دریوں کے دونوں کنارے پر بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ وسیع و عریض صحن میں امرود کا درخت ہے۔ اس درخت میں اتنا پھل ہے کہ ہر طرف امرود ہی امرود نظر آتے ہیں۔ گلہریاں اور طوطے امرود کتر کتر نیچے پھینک رہے ہیں۔ میں اور میرا دوست سہ دری کی چھت پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ نظر آیا صحن میں ایک شمعدان میں شمع جل رہی ہے۔ شمع پر پروانے نثار ہو رہے ہیں۔ میرے دوست نے اس منظر سے متاثر ہو کر سرمد کا ایک شعر سنایا ۔

سرمد غم عشق بوالہوس رانہ دہند

سوزدل پروانہ مگس رانہ دہند

یہ شعر سن کر میرے اوپر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس ہی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ ایک گھوڑا پرواز کر رہا ہے۔ دم سے گردن تک زرین لباس میں ملبوس یہ گھوڑا مکان کے چاروں طرف فضا میں چکر لگا رہا ہے۔ میں نے دوست سے کہا۔ ''دیکھو گھوڑا اڑ رہا ہے۔''

اس نے کئی مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا مگر وہ نہیں دیکھ سکا۔ چار پانچ چکر لگا کر وہ گھوڑا صحن میں اتر گیا۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ جیسے ہی گھوڑے نے زمین پر قدم رکھے پورے صحن میں قالین کا فرش بچھ گیا۔ ایک آدمی تیزی کے ساتھ مکان میں داخل ہوا اور گھوڑے کے منہ میں لگام دے دی۔ اس کے بعد نہایت حسین، مہ جبین دوشیزہ آئی اور گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے زینے کے راستے اوپر لے گئی۔ گھوڑے کے کان میں کچھ کہا اور وہ پھر ہوا میں پرواز کر گیا۔ خوبصورت دوشیزہ نے ہم دونوں کو اپنے ساتھ نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم تینوں سہ دری میں پہنچ گئے تو میں نے اپنے دوست کا تعارف کرایا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ حسینہ نے آگے بڑھ کر اس کے رخسار چوم لئے۔ جواباً دوست نے بھی حسینہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس حرکت سے وہ غیض وغضب میں آ گئی۔ معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے کہا۔ ''ہم انسانوں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ہم اپنی ماں اور بہنوں کو پیار کر سکتے ہیں۔ یہ بات سن کر حسینہ مسکرا دی۔

میں نے پوچھا۔ ''تم کون ہو اور یہ گھر کس کا ہے؟''

حسینہ نے کہا۔ ''میں شہنشاہ جنات عفریت کی بیوی ہوں۔''

سوال کیا۔ ''آپ کے شہنشاہ کہاں ہیں؟''

جواب دیا۔ ''آج کل ان کے اوپر شادیاں رچانے کا بھوت سوار ہے۔ میں تیسری بیوی ہوں اور وہ اب تک نو شادیاں کر چکے ہیں۔''

میں نے استفسار کیا۔ ''تم یہاں اکیلی رہتی ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میرے ساتھ میری نانی اور نانا رہتے ہیں چلو ملاقات کرادوں۔''

دیکھا کہ ایک کمرے میں بڑی بی قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ نہ معلوم کس طرح میرے ہاتھ میں دو قرآن پاک آگئے۔ ایک نسخہ بطور ہدیہ میں نے بڑی بی کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی دریافت کیا۔ ''آپ نے قرآن پاک کہاں پڑھا ہے۔''

بڑی بی نے کہا۔ ''میرے استاد تمہاری طرح ایک انسان ہیں۔''

دوسرے کمرے میں سفید ریش بزرگ چوکی پر تشریف فرما تسبیح پڑھ رہے تھے۔ سلام کے بعد عرض کیا۔ ''قبلہ ! میں آپ کے لئے قرآن پاک لایا ہوں۔''

یہ سنکر وہ کھڑے ہو گئے اور قرآن پاک کو پہلے چوما، آنکھوں سے لگایا اور پھر سر پر رکھ کر گویا ہوئے۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھیں اور قرآن پاک سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔''

میں نے عرض کیا۔ ''حضور آپ کی عمر کیا ہے؟''

فرمایا۔ پندرہ سو سال اب پورے ہو جائیں گے۔ میں نے رحمت اللعالمین حضور سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اور قرآن کریم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے پڑھا ہے۔''

نوع جنات کے بزرگ صحابی کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر میرے اوپر رقت طاری ہوگئی۔ آگے بڑھا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اس گناہ گار اور سیاہ کار بندے کا یہ نصیب کہ ایک صحابیؓ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہو ! بزرگ نے مجھے اٹھایا اور سینۂ مبارک سے لگا لیا۔

اس ہی عالم میں مراقبہ تمام ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور گلے کے پاس قمیض کا پورا حصہ بھیگا ہوا تھا۔

حیرت ناک بات یہ ہے کہ جنات کی شکل بھی ہم انسانوں کی طرح ہوتی ہے۔ البتہ آنکھ میں فرق ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں مچھلی یا سانپ کی طرح گول ہوتی ہیں۔

روحانیت میں سائنس کا عمل دخل

مراقبہ کے بعد کیفیت یہ ہے کہ سر بھاری ہے اور دماغ کھویا کھویا سا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیند میں چل رہا ہوں۔ اور سر کے پچھلے حصے میں سخت درد اور ہل چل شروع ہو گئی ہے۔ سر ہلتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ناریل میں پانی ہلتا ہے۔ مسلسل تین روز بستر پر لیٹا رہا۔ کھانا پینا تقریباً ختم ہے لیکن مشق میں ناغہ نہیں ہوا۔ تین روز بعد غنودگی میں دیکھا کہ سر بیچ میں سے کھل گیا ہے اور اس کے اندر سے رقیق مادہ نکل رہا ہے۔ سر کے اندر سے روشنیاں نظر آئیں۔ تین ہفتے بعد خواب کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلے پہل خواب یاد نہیں رہے۔ دو ماہ بعد خواب یاد رہنے لگے۔ لیکن تسلسل قائم نہیں رہا۔ خواب میں حسب ذیل مناظر دیکھے۔

۱) سو(۱۰۰) روپے کے ان گنت نوٹ۔

۲) بہت سی خوبصورت عورتیں۔

۳) خواب میں اپنے آپ کو گندہ، ناپاک اور کیچڑ میں لت پت پایا۔

تین ماہ بعد خطرناک جسمانی کمزوری کا احساس ہوا۔ جنسی رجحان ناقابل برداشت حد تک بڑھ گیا۔ انتہا یہ ہے کہ ذہن گائے، بھینس اور بکری تک میں جنسی لذت تلاش کر لیتا ہے۔ ہاضمہ بے حد خراب ہو گیا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہر وقت بھوک سی محسوس ہوتی ہے۔ اگلے تین ماہ سخت کرب کی حالت میں بسر ہوئے۔ طبیعت کئی مرتبہ خودکشی کی طرف مائل ہوئی۔ نیند میں اتنا خلل واقع ہو گیا ہے کہ ہر وقت آنکھیں بند رہتی ہیں۔ سونا چاہتا ہوں تو نیند نہیں آتی۔

اور اب میرے نفس کے اوپر سے پرانا پرت اتر گیا ہے نیا پرت چڑھ رہا ہے۔ طبیعت پر سکون ہے۔ کبھی کبھی جی اس قدر ہلکا ہو جاتا ہے کہ گویا کشش ثقل یعنی جسم کے وزن کا وجود ہی نہیں ہے۔ سگریٹ کے کش لیتا ہوں تو رگ رگ میں سنسنی دوڑ جاتی ہے۔ بالآخر سگریٹ نوشی ترک کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ اور لوگوں وک سگریٹ نوشی کرتے دیکھتا ہوں تو جی متلانے لگتا ہے۔ جنسی درجہ میں حد درجہ کمی ہو گئی ہے۔ جب بھی کسی عورت کو دیکھتا ہوں تو اس میں مرد نظر آتا ہے۔ زیادہ غور کرنے سے عورت کے خدوخال مرد میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جنسی خیال آتے ہی الٹی آنے اور منہ سے بدبودار پانی نکلنے لگتا ہے۔ غصے میں اضافہ ہو گیا ہے۔ چلتے پھرتے دیکھتا ہوں کہ ایک سایہ میرے ساتھ چل رہا ہے۔ شروع شروع میں اس پر اسرار سائے سے خوف محسوس ہوا۔ پھر طبیعت مانوس ہو گئی۔ یہ سایہ مجھ سے نو(۹) انچ کے فاصلے پر رہتا ہے۔ سایہ مجھ سے بات بھی کرتا ہے لیکن میں صرف اس

کے ہونٹ ہلتے دیکھتا ہوں۔ آواز سنائی نہیں دیتی۔ خواب میں اپنے آپ کو اڑتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نیز خوشنما باغ، حسین پردے، نہریں، چشمے اور آبشار نظر آتے ہیں۔

لیٹا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ دیکھا آسمان نظر آرہا ہے۔ اور کمرے کی چھت غائب ہے۔ آنکھیں کھولیں تو چھت موجود تھی۔ پھر آنکھیں بند کیں تو نظر آیا کہ آسمان جگ مگ کر رہا ہے۔ مراقبہ میں دیکھا کہ میرے دماغ کے خلیات چارج ہو گئے ہیں۔ بجلی کی رو دماغ سے کمر کی طرف جا رہی ہے اور میرا جسم سنہری روشنی کا بنا ہوا ہے۔

حضور بابا تاج الدین رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا تین باتوں کا خاص طور سے خیال رکھو:-

۱) ذہن جنس کی طرف مائل نہ ہو۔

۲) گفتگو کم سے کم کرو اور مخاطب کی صلاحیتوں کے مطابق۔

۳) کسی راز کی حقیقت کو ظاہر نہ کرو۔

حضور بابا تاج الدینؒ نے میرے سر پر پھونک ماری اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ فرمایا مگر یاد نہیں رہا۔

میں نے اپنے کو اپنے اندر دیکھا۔ محسوس ہوا کہ ظاہری جسم محض خول اور غالف کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرے حقیقی وجود یعنی اصلی جسم سے گوشت پوست کے جسم کا فاصلہ نو (۹) انچ ہے۔ سانس کی مشق کو ایک سال ہو گیا ہے۔ کیفیت یہ ہے کہ غصے میں اضافہ، گالیاں بکنا، ہر شخص کی طرف سے بدگمانی۔ سال بھر کے بعد میرے آقا و مولا نے فرمایا کہ خواجہ صاحب ! میٹھا بالکل چھوڑ دو۔ تعمیل حکم میں مٹھائی بالکل چھوڑ دی۔ چائے تک پھیکی پیتا ہوں۔

آسام کی پہاڑیوں میں

مٹھاس چھوڑے ہوئے چھ مہینے ہو گئے ہیں۔ دیکھا کہ ایک جوگی صاحب تشریف لائے۔ فرمایا۔ ''مبارک ہو۔ آج میں تمہیں اپنے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر لے جاؤں گا۔''

صبح کے پانچ بجے ہیں۔ جوگی صاحب آئے۔ فرمایا۔ ''چلو!''

میں کمرے سے نکل باہر برامدے میں ان کے پاس آیا۔ جوگی صاحب نے کہا۔ ''آنکھیں بند کر کے میرے کرتے کا دامن پکڑ لو اور ساتھ ساتھ چلے آؤ۔''

چند لمحے بعد جوگی صاحب نے فرمایا۔ ''آنکھیں کھول دو۔''

آنکھیں کھول دیں ---یا مظہر العجائب ! اپنے کو پہاڑ کی تلہٹی (وادی) میں کھڑا پایا۔ اتنی سردی ہے کہ دانت سے دانت بجنے لگا۔ جوگی صاحب نے سر پر ہاتھ دھرا تو سکون آ گیا فرمایا کہ یہ آسام کی سب سے اونچی پہاڑی ہے۔ یہی میری جائے قیام ہے۔ دیکھا کہ ایک گنبد نما جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔ چھت درخت کے پتوں اور تنے کی ہے۔ جھونپڑی کے سامنے مکئی کا کھیت تھا۔ جوگی صاحب نے دو بھٹے توڑے، آگ جلا کر سینکے۔ کہا۔ ''کھاؤ، یہ فقیر کا تحفہ ہے۔''

میں بھٹے کھا ہی رہا تھا کہ وہ جھونپڑی کے اندر سے بانسری اٹھا لائے۔ کہا۔ ''تم بھٹے کھاؤ۔ میں تماشہ دکھاتا ہوں۔''

بانسری کی آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی چلی گئی۔ آواز میں ایسی کشش تھی کہ خدا کی پناہ ! دیکھتے ہی دیکھتے پرندے، چرندے، درندے، سانپ، بچھو اور بن مانس گروہ در گروہ آنا شروع ہو گئے۔ عجیب و غریب سماں، عجیب وغریب منظر ! اللہ کی قسم قسم کی مخلوق سب آموجود ہوئی۔ ہیبت کے مارے میرے ہاتھ سے بھٹہ گر گیا اور عجیب عالم بے ہوشی میں اس منظر کو دیکھنے لگا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ بانسری کب تک بجی۔ جوں ہی بانسری کا گیت اور نغمہ بند ہوا یہ سب جانور جس طرح آئے تھے اسی طرح چلے گئے۔ جوگی صاحب نے فرمایا۔ ''تم نے دیکھا مگر یاد رکھو یہ سب بھان متی کا تماشہ ہے روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

شب میں ساڑھے تین بجے مراقبہ کے عالم میں ایک ایسا شہر دیکھا جو سب کا سب شیشے کا بنا ہوا ہے۔ گھاس، درخت، مکانکی دیواریں، سڑکیں اور سبزہ زار غرض ہر چیز شیشے کی ہے۔ میدان میں گھاس کے اوپر گنبد نما شیشہ لگا ہوا ہے اور اس کے اندر ہوا سے گھاس ہلتی نظر آتی ہے۔ سارے شہر کا سماں اس طرح ہے جیسے سورج نکلنے

سے آدھے گھنٹے پہلے ہوتا ہے۔ وہاں انسانوں ہی کی آبادی ہے۔ اور شہر کا انتظام بھی انسانوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔

سانس کی مشق کرتے کرتے غنودگی طاری ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ تاریکی بھی ایک قسم کی روشنی ہے۔ جس طرح روشنی مشاہدے کے ذریعے بنتی ہے بالکل اسی طرح تاریکی میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ روشنی اور تاریکی کی دنیا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاریکی میں بھی اسی طرح آبادیاں ہیں جس طرح ہم روشنی میں دیکھتے ہیں۔ زمین کے اندر سے اس طرح روشنیاں پھوٹتی نظر آئیں جیسے بھاڑ میں چنے بھنتے وقت اچھلتے ہیں۔ مراقبہ میں اپنے اندر سے نہایت حسین اور خوشنما روشنیاں پھوٹتی نظر آئیں۔ ان روشنیوں کا رنگ اس قسم کا تھا کہ ان کی مثال ہماری دنیا میں نہیں مل سکتی۔ صحن میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا کہ آسمان پوری طرح بلندی پر نظر آیا۔ خلاء بیچ میں سے نکل گیا۔ جو رنگ ہمیں نظر آتا ہے وہ آسمان کا نہیں ہے۔ ہم خلاء (SPACE) کو آسمان سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض خلاء ہے، آسمان نہیں ہے۔ اصلی آسمان کی مثال بساط کی سی ہے جس پر بے شمار مخلوق چلتی پھرتی ہے، کھاتی پیتی ہے۔ اور ہنستی بولتی نظر آتی ہے۔ معلوم نہیں یہ کس قسم کی مخلوق ہے۔ البتہ انسان وہاں بھی موجود ہے۔ میں نے چھت کو چھونا چاہا تو میرا ہاتھ چھت سے جا لگا۔ اس عمل کو بار بار دہرایا۔ جب بھی ہاتھ چھت کی طرف بڑھاتا تو چھت سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں نیچے آجاتی تھی جس طرح کہ ربر کی بنی ہوئی ہے۔

میں نے شیخ سے سوال کیا کہ فقراء کس طرح بغیر وسیلے کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں؟

حضرت شیخ نے فرمایا کہ سانس اندر لینا صعودی اور سانس باہر نکالنا نزولی حرکت ہے۔ سانس باہر نکالنے کا عمل (نزولی حرکت) انسان کو زمان و مکان میں مقید کر دیتا ہے اور صعودی حرکت (سانس اندر کھینچنا) اسے زمان اور مکان (TIME AND SPACE) کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔ تم اس کا تجربہ کرو۔

خلاء میں چہل قدمی

اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضور بابا تاج الدینؒ کے پاس ناگپور جانا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ"

دو تین قدم اٹھانے کے بعد محسوس ہوا کہ زمین پیروں کے نیچے تیزی کے ساتھ لپٹ رہی ہے۔ جیسے فرشتے لپیٹتے ہیں۔ پاؤں زمین سے اٹھ گئے۔ رفتار کی تیزی نے خوف پیدا کیا۔ میرے شیخ میرے آگے چل رہے ہیں۔ ہم نے زمین سے تقریباً نصف میل کی بلندی پر خلاء میں سفر کیا۔ اور اسی طرح چلتے رہے جس طرح زمین پر چلتے ہیں۔ ایک بات یہ دیکھی کہ خلاء میں جسم لطیف ہونے کے باوجود اسی طرح ٹھوس رہتا ہے جس طرح زمین پر۔

جسم مثالی چاند میں

ایک روز بعد مغرب دل پر دباؤ محسوس ہوا۔ ایک دم جسم معلق ہوگیا۔ بے شمار سیارے نظر آئے جو نقطوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ یہ نقطے بڑے ہوتے چلے گئے۔ اور پھر ان نقطوں کے دائرے بن گئے۔ ہر دائرہ ایک نظام شمسی ہے۔ جس میں انسانوں کی آبادیاں ہیں۔ دیکھا کہ کرۂ ارض اور کائنات کے درمیان روشنیوں کے تانے بانے سے بنا ہوا ایک پردہ ہے۔ ذہن نے کوشش کی کہ اس پردہ کو توڑ کر کائنات کے اندر داخل ہو جائے۔ آخر ذہن نے اس پردہ کو توڑ دیا۔ اب میں کائنات کے قلب میں چل رہا ہوں۔ اس عالم میں فرشتوں، جنات اور انسانوں کی تخلیق کے فارمولوں کا انکشاف ہوا۔

ایک روز بحالت مراقبہ میرا گیس کا جسم (پیکر مثالی) میرے اندر سے نکل کر چاند کی طرف چلا اور وہاں اتر گیا۔ وہاں پہاڑیاں، جھیلیں، تالاب اور ریگستان ہیں۔ تالاب اور جھیلوں کا پانی پارے کی طرح ہے۔ چاند میں روشنی بالکل نہیں ہے ایسی بو آتی ہے جیسی ویلڈنگ کے وقت محسوس ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کی گیس ہے جو چاند میں پائی جاتی ہے۔

میں نے خواب میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ کی زیارت کی۔ سیدنا حضرت امام حسینؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواب ہی میں کرشن جی سے ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس تین چار سادھو بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنی چادر مجھ پر ڈال دی۔ عالم خواب ہی میں عالم برزخ کی سیر کی۔ اور ایسے ایسے عجائبات دیکھے کہ بیان میں نہیں آسکتے۔ آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ دیکھا کہ آسمان نظروں کے سامنے ہے۔ درمیان میں کوئی خلا نہیں ہے۔ یہ بات منکشف ہوئی کہ نوع انسانی کے افراد جس چیز کو آسمان کہتے ہیں وہ آسمان نہیں خلاء ہے۔ آسمان کی چھت سائبان کی طرح نہیں ہے ہم جس چیز کو آسمان کہتے ہیں وہ دراصل خلاء ہے۔

آسمان فی الواقع ایک بساط ہے۔ اور اس بساط پر بھی مخلوق آباد ہے۔ ایسی مخلوق جو ہماری طرح کھاتی پیتی، ہنستی بولتی اور چلتی پھرتی ہے۔ اور ہماری ہی طرح اس مخلوق کے اندر زندگی کی خواہشات، تمام تقاضے اور حواس موجود ہیں۔ ہم کو آسمان پر جو رنگ نظر آتا ہے وہ آسمان کا رنگ نہیں بلکہ خلاء کا رنگ ہے۔

خلاء میں بھی آدمی اسی طرح چلتا پھرتا ہے جیسے زمین پر چلتا پھرتا ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ اس خلاء جسم لطیف محسوس ہوتا ہے لیکن روشنیوں سے بنا ہوا یہ جسم ہڈیوں کے ڈھانچے اور گوشت پوست کے جسم کی طرح ٹھوس ہے۔ خلاء میں موجود کسی انسان کے ساتھ ہاتھ ملایا جائے یا معانقہ کیا جائے تو محسوسات بالکل وہی رہتے ہیں جو زمین

پر رہنے والے کسی فرد کے ساتھ معانقہ کرنے یا ہاتھ ملانے کے وقت ہوتا ہے۔ البتہ جسم ٹی۔ وی کی تصویر کی طرح ٹرانسپیرنٹ نظر آتا ہے۔ ایک بات بطورِ خاص یہ دیکھی گئی کہ جس وقت میں خلاء میں تھا، خلاء میں چلنے پھرنے کے ساتھ ساتھ نیچے کی زمین کو بھی دیکھ رہا تھا اور زمین ایک گول دائرے کی شکل میں نظر آ رہی تھی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ زمین کہ تمام حصے اپنی سمتوں کے ساتھ نظر کے سامنے تھے۔

زمین کی روحانی حیثیت

زمین کے سلسلے میں عجیب وغریب انکشافات ہوئے مثلاً یہ کہ:-

زمین کے اوپر پہاڑ ایک دائرہ یا گول کڑے کی مانند رکھا ہوا ہے۔ کہیں وہ باہر ہوگیا اور کہیں زمین کے اندر۔ جہاں باہر نظر آتا ہے وہ سب پہاڑی علاقہ ہے۔ اور جہاں پہاڑ زمین کے اندر ہے وہ سب سمندر ہے۔ پہاڑ کے چھلے یا کڑے کے درمیان جو جگہ ہے اس کو ہم خشکی یا زمین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ایسا ہوتا رہتا ہے کہ پانی اپنی جگہ بدل کر خشکی کی جگہ آجاتا ہے۔ ایسی صورت حال واقع ہونے کے بعد پہاڑ کے چھلے کا درمیانی حصہ خشکی یا زمین سمندر بن جاتی ہے اور سمندر زمین کہلانے لگتا ہے۔ یہ بھی القا ہوا کہ اس طرح کا عمل ہر دس سال کے بعد ہوتا ہے۔ ہم اس کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ اب سے دس ہزار سال پہلے ہمالہ اور ایورسٹ سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اب پھر دس ہزار سال پورے ہونے کے بعد پہاڑ کی یہ بلند وبالا چوٹیاں تہ آب آجائیں گی اور موجودہ دنیا سب کی سب سمندر بن جائے گی۔ اور سمندر کی جگہ نئی دنیا آباد ہوگی۔ ۲۰۰۶ء کے بعد ہمارے زمین دس ہزار سال پورے کرے گی اور جب ایسا ہوگا تو دنیا کی آبادی چار ارب سے گھٹ کر ایک ارب رہ جائے گی اور جو لوگ بچ جائیں گے وہ گھروں اور شاندار محلات میں رہنے کی بجائے درختوں پر بسیرا کریں گے، جنگلوں اور غاروں کے اندر سکونت پذیر ہوں گے۔

مغرب کے بعد دیکھا کہ میرے اندر ناف کے نیچے دو لطیفے غدود کی صورت میں ہیں اور وہ کہکشانی لہروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان لہروں میں زرد رنگ غالب نظر آتا ہے۔ میں نے اپنے ارادے سے زرد رنگ کی جگہ نیلا کر دیا۔ اور پھر ان غدود کو وہاں سے ہٹا کر نئے غدود لگا دیئے۔ یہ وہ غدود ہیں جن کا تعلق خون کو گرم یا ٹھنڈا رکھنے سے ہے۔ خون میں دو قسم کی لہریں ہوتی ہیں- ٹھنڈی اور گرم۔ ٹھنڈی لہروں سے حواس بنتے ہیں اور گرم لہروں سے حواس میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ دماغی امراض مثلاً بے ہوشی، پاگل پن، جنون وغیرہ سب گرم لہروں کی مقداروں میں زیادتی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ مرگی کا دورہ بھی گرم لہروں کی پیداوار ہے۔ کینسر بھی ان ہی گرم لہروں سے ہوتا ہے۔ ان لہروں کا رنگ زیادہ تر سرخ ہوتا ہے۔

آج پوری رات اور تمام دن میرا ذہن حقیقت محمدیہ ﷺ میں جذب رہا۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ، حضرت اویس قرنیؓ حقیقت محمدیہ ﷺ میں ایک ساتھ قیام پذیر رہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مجھے اپنے سینۂ مقدس ومطہر سے لگایا اور دیر تک اپنے سینۂ مبارک سے لگائے رہے۔ اس کے بعد میرے اوپر یہ کیفیت

طاری ہوئی کہ غیب سامنے آگیا اور پھر اپنے "فواد" کو دیکھا۔ فواد کے اوپر پیاز کے چھلکوں کی طرح چوبیس پرت ہیں یعنی فواد ان چوبیس پرت کے اندر ایک روشن نقطہ یا مرکز ہے۔

ذہن میں یہ بات آئی کہ چوبیس پرت اتار دینے چاہئیں۔ انگشت شہادت سے پہلے چودہ پرت کو شگاف دیا۔ پھر آہستہ آہستہ، بہت آہستہ فواد کے اوپر سے یہ پرت الگ کر دیئے اور دوسری مرتبہ اسی طرح مزید دس پرت اتار دیئے۔ دس اور چودہ پرت جب فواد کے اوپر سے اتر گئے تو زمان اور مکان کی نفی ہوگئی اور نظر نے عرش کا مشاہدہ کیا۔ پھر خود کو کائنات میں دیکھا۔

میرے سامنے ایک عورت پیش کی گئی۔ میں نے یہ کہہ کر اس عورت کو قبول نہیں کیا کہ یہ جنس ہے۔ پھر ایک عورت پیش کی گئی۔ اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ الجھن اور پریشانی ہے۔ تیسری عورت کہاں چلی گئی یہ بات یا تو دیکھی نہیں یا پھر حافظہ میں نہیں رہی۔ البتہ جب چوتھی عورت سامنے آئی تو میں نے کہا "یہ عقل ہے اور میں اسے ہرگز قبول نہیں کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری سے دعا کی۔ "الٰہی مجھ پر رحم نازل فرما۔ مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔ میں تو صرف آپ کو چاہتا ہوں۔ میرے اللہ! میری التجا اپنے رحم و کرم سے قبول فرما لیجئے!"

جمعہ کے روز عصر کے بعد مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت بابا تاج الدین ناگپوری" تشریف لائے۔ میں نے ان سے بہت دیر تک باتیں کیں۔ مراقبہ کے بعد ڈائری لکھتے وقت مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات یاد نہیں رہی۔ صرف ایک بات یاد ہے۔ وہ یہ کہ میں نے حضور باباؒ سے عرض کیا۔ "حضور! مجھے اپنی نسبت عطا فرما دیجئے۔" دیکھا کہ باباؒ صاحب نے میرے سر کی طرف اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور میرا سر بیچ میں سے کھل گیا۔

اب بابا حضورؒ اٹھے اور میرے سر کے کھلے ہوئے حصے میں پیر رکھ کر کھڑے ہوگئے اور آہستہ آہستہ انہوں نے میرے اندر اترنا شروع کر دیا۔ اور ان کا پورا جسم میرے جسم میں اس طرح تحلیل ہوگیا کہ ہاتھ میں ہاتھ، ٹانگ میں ٹانگ، سر میں سر، آنکھوں میں آنکھیں اور میرے کانوں میں باباؒ کے کان آگئے۔ ذہن میں یہ بات آئی کہ بابا تاج الدینؒ کی نسبت مجھے منتقل ہوگئی ہے۔

خواب میں دیکھا کہ ایک کوٹھری ہے جو بہت ہی سرسبز و شاداب پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ میں وہاں موجود ہوں۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس کوٹھری کی کھڑکی میں سے دیکھا سامنے آسمان پر دو ہلال نکلے ہوئے ہیں۔ ایک چاند روشن ہے اور دوسرا قدرے کم روشن ہے۔ میں نے بڑے تعجب کے ساتھ ان دونوں ہلالوں کو دیکھا اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دکھایا۔ اور تشویش کا اظہار کیا۔ اور کہا "کتنی حیرتناک بات یہ

ہے کہ ایک ساتھ دو چاند نکلے ہوئے ہیں۔"

لوگ یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گئے اور ان سب نے بھی بہت زیادہ حیرت کا اظہار کیا۔ ان کی یہ تشویش دیکھ کر میں خوف زدہ ہو گیا۔ میں نے دعائیہ انداز میں کہا۔ "اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں ! کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے اور مجھے ایسے وقت اپنے بیوی بچوں کے پاس گھر میں ہونا چاہئے۔" پھر خیال آیا اس وقت میں گھر سے بہت دور ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ خواب میں زمانیت اور مکانیت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میں یہاں سے اڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فضا پر غبار چھا گیا اور طوفانی ہوا چلنے لگی۔ یہ خطرناک حالت دیکھ کر میں نے خواب ہی مراقبہ کیا اور مراقبہ میں اپنے آقا کے پاس پہنچ گیا۔ قدم بوسی کے بعد عرض کیا۔ "حضور ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک ساتھ دو چاند نکلے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے طوفان آ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زبردست مصیبت آنے والی ہے۔"

میرے آقا نے فرمایا۔ "حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کارندے برابر کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ حالت سدھر جائیں مگر حالات ہیں کہ روز بروز خراب ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب جسم کا کوئی حصہ سڑ جاتا ہے تو اس کو کاٹنا ضروری ہے۔ تاکہ جسم کے دوسرے حصے زہر آلود ہونے سے بچے رہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ﷺ بھی ناخوش ہیں۔ تمام اصحاب تکوین اور فرشتے لرزہ براندام ہیں کہ دیکھیے سرکار عالی، حاصل کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا احکامات صادر فرماتے ہیں۔ کسی اللہ کے بندے میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ آگے بڑھ کر کچھ عرض کر سکے۔ تکوین کا ہر آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اپنے اپنے وقت پر سفارش کر چکا ہے اور حضور ﷺ نے کسی ایک صاحب کی پیش کردہ تجویز کو بھی نامنظور نہیں فرمایا۔ اس کے باوجود ہماری کوششیں بارآور نہیں ہوئیں۔"

اللہ تعالیٰ کے قانون

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ط

کے اندر رہتے ہوئے لاکھوں طریقوں سے انسپائر (INSPIRE) کیا گیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ دولت پرستی، جاہ طلبی اور حب دنیا لوگوں کا شعار بن گیا ہے۔ ہر شخص جانتے بوجھتے تباہی اور بربادی کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ غریب اس لئے بددیانت ہے کہ اس کی معاش اس کے لئے تنگ کر دی گئی ہے۔ امیر اس لئے بددیانت ہے کہ اس کی حرص کا پیٹ کسی طرح بھی بھرنے میں نہیں آتا۔

لوگ دیانت داری، اعلیٰ نصب العین اور اصول پسندی جیسے جذبات سے عاری ہو چکے ہیں۔ رشوت، چور بازاری، اغوا، اسمگلنگ، ملاوٹ، جعلسازی، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ لوگوں کو معمول بن چکے ہیں۔ غیر منصفانہ اور ظالمانہ نظام معیشت کی جڑیں گہری ہو چکی ہیں۔ مرض میں روز افزوں ترقی ہے اور علاج کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ جو لوگ علاج کر سکتے ہیں وہ خود اس جان لیوا مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ''معیار زندگی'' کے خوبصورت اور پر فریب نام سے ہر شخص ایک دوسرے کو فریب دے رہا ہے۔ عامتہ الناس کی تنخواہ کا تناسب شرمناک حد تک غیر منصفانہ ہے۔ ایک سرمایہ دار ماہانہ جتنی رقم کی سگریٹوں کا دھواں اڑا دیتا ہے اتنی ہی رقم ایک آدمی کو تنخواہ دی جاتی ہے جو مکان کا کرایہ، بچوں کی تعلیم، ریل اور بسوں کے کرائے کے لئے، صاف ستھری غذا کے لئے، لباس اور دوسری بنیادی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ جب مزدور اپنے آقاؤں کا رویہ دیکھتے ہیں اور ان کی شاہانہ زندگی سامنے آتی ہے تو یہ بھی ان ہی طرزوں میں سوچنے لگتے ہیں جن طرزوں کو دولت پرست اپنائے ہوئے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک طبقہ کے پاس وسائل ہیں اور دوسرا طبقہ مزدور کے پاس صرف طرز فکر ہے۔ ان حالات میں قوموں کا استحکام متزلزل ہو جاتا ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مستقبل کا سورج کس طرح طلوع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

''اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔''

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ ''حضور! کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ مصیبت کے یہ بادل چھٹ جائیں اور ہم محفوظ و مامون زندگی گزاریں۔''

فرمایا:

''بظاہر ہر تدبیر ناکام ہو چکی ہے۔ فرشتے بھی ناخوش ہیں کہ ہم جتنی زیادہ اچھائیوں کی طرف ترغیب دیتے ہیں، آدمی اس سے کہیں زیادہ خدائی قانون کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور جب کوئی قوم خدائی قانون کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کرتی ہے تو قدرت ایسی قوموں کو برداشت نہیں کرتی۔ ایسی قومیں مٹ جاتی ہیں، محکوم بن جاتی ہیں اور ان کے شب و روز پر ادبار برسنے لگتا ہے۔ وہ عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہو کر ذہنی سکون سے محروم ہو جاتی ہیں۔ خوف اور حزن ان کے اوپر مسلط ہو جاتا ہے۔''

آنکھ کھلی تو دل کی حرکت تیز تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حجاب عظمت کیا ہے

ایک روز طبیعت میں بے کیفی اتنی بڑھی کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی "یا اللہ اب اس ماحول میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ مجھے اس دنیا سے رخصت ہونے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ اس دنیا اور ماحول سے میرا دل بھر گیا۔ آپ کا بڑا اکرم اور رحم ہوگا مجھے یہاں سے بلا لیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "تجھ کو کیا چاہئے؟ روپیہ چاہئے تو خزانے عطا فرمادیتے ہیں۔ "

میں نے عرض کیا۔ "یا اللہ ! مجھے روپیہ پیسہ کچھ نہیں چاہئے۔ میری سب ضرورتیں آپ اپنی رحمت سے پوری کر دیتے ہیں۔" پھر ارشاد ہوا تیری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ "اے اللہ ! میری زندگی کا مقصد آپ اور صرف آپ ہیں۔ "

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "تو ہمارے لئے اس دنیا میں زندہ رہ۔"

طبیعت میں اس قدر کیف اور وجد طاری ہوگیا کہ ہر چیز خوشی میں ناچتی گاتی ہوئی محسوس ہوئی اور ذہن پھول کی طرح ہلکا ہوگیا۔

حقیقت محمدیہ ﷺ میں ذہن کو مرکوز کرنے کی کوشش کی۔ حقیقت محمدیہ ﷺ ایک نورانی لہر کی شکل میں نزول کرتی ہے۔ اس نزول میں شگاف پڑ گیا اور میں اس شگاف کے اندر چلا گیا۔

اب خود کو عرش معلی پر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ حجاب میں تشریف فرما ہیں۔ میں ہاتھ جوڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے دوزانو نہایت مؤدب بیٹھا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حجاب سے ماوراء محض احساس کی حد میں نظر آئے۔ میں نے خود کو بھی محسوس کیا۔ خدوخال غائب ہوگئے۔ صرف یہ احساس باقی رہ گیا کہ میں اور اللہ تعالیٰ یہاں موجود ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ "میرے اللہ ! میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ حجاب عظمت کیا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "حجاب عظمت ہماری تسبیح، ہمارے تقدس اور ہماری شان کا مظہر ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "حجاب کبریا کیا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "حجاب کبریا ہماری ربانیت، ہماری معبودیت اور ہماری خالقیت کا مظہر ہے۔"

دیکھا کہ حجاب محمود میں ہوں۔ یہاں بھی صرف احساس باقی رہ گیا۔ میں نے ذہن یک سو کر کے اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ دیکھا کہ ہر طرف تجلیات کا ہجوم ہے۔ میں تجلیات میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ میری کوشش یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاؤں۔ تجلیات دائروں کی صورت میں میرے چاروں

طرف ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ بالآخر تجلیات میں ایک محراب نما راستہ بنا۔ میں جلدی سے اس کے اندر چلا گیا---
اللہ تعالیٰ کو خدوخال اور حجاب سے ماورا مشاہدہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ہستی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے میں نے عرض کیا ''اللہ تعالیٰ ! آپ اپنی رحمت سے مجھے اپنی بصارت، سماعت اور فواد عطا فرما دیا۔ آپ اپنا تکلم بھی عطا فرما دیجئے۔''

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چند چھینٹے میرے اندر جذب ہو گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ہم نے تجھے اپنا تکلم عطا فرما دیا۔''

میں نے عرض کیا۔ ''اللہ تعالیٰ ! مجھے ان سب کا استعمال بھی سکھا دیجئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ایک ایک بات عرض کرو۔''

''بصارت کا استعمال بتا دیجئے۔ میں آپ کی بصارت کیسے استعمال کروں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''جب تو کسی چیز کی طرف دیکھے تو یہ خیال کر تو نہیں، اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی بصارت مجھے دکھا رہی ہے۔ تو سوچتا ہے کہ تو دیکھ رہا ہے۔ تو نہیں دیکھ رہا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔''

میں نے عرض کیا۔ ''اللہ تعالیٰ اور وضاحت فرما دیجئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ہر چیز کو ہماری معرفت دیکھ۔ خود کی نفی کر دے۔''

''اللہ تعالیٰ سماعت کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''تو جو کچھ سنتا ہے ہمارے سننے کو سنتا ہے۔ جو آواز بھی آئے اس کو یہ جان کہ یہ اللہ کی صفت ہے۔''

فواد کے بارے میں ارشاد ہوا۔ ''جو کچھ سوچے اللہ کے لئے سوچے۔''

میں نے عرض کیا۔ '' اے میرے اللہ ! سوچنے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسان کی زندگی پراگندہ کرتی ہیں۔ کیا یہ باتیں بھی آپ کی طرف سے ہوتی ہیں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ہر سوچ ہماری طرف سے ہے۔ جب انسان اس میں اپنی ذات شامل کر دیتا ہے تو وہ اس کے لئے بار خاطر ہو جاتی ہے۔ کوئی بھی سوچ اپنی جگہ خراب نہیں ہے۔ انسان جب اس میں اپنی ذات کو وابستہ کر کے معنی نکالتا ہے، اس وقت یہ ہماری نہیں رہتی۔ جب تک ذات شامل نہیں ہوتی، ہر سوچ ہماری طرف سے ہے۔ اس بات کو ذہن میں راسخ کر لے۔ اس کا رخ اللہ کی جانب موڑ دے۔''

میں نے عرض کیا۔ ''اللہ میاں ! آپ کا ذکر کس طرح کروں؟''

''فرمایا میرا ذکر شکر کے ساتھ کر۔''

اور ساتھ ہی قرآن پاک کی آیت

اعملوا 'ال داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور

زبان سے ادا ہوئی۔

عرض کیا۔ ''اللہ تعالیٰ ! کوئی لفظ ارشاد فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ '' اَللّٰہُ اَحَد ''ط - ذہن میں یہ معنیٰ آئے کہ ایسا اللہ جو مخلوق کے تمام اوصاف سے ماورا ہے۔''

عرض کیا۔ ''فواد کے بارے میں کچھ اور ارشاد فرمایئے۔''

ارشاد ہوا کہ قرآن پاک میں تفکر کو اپنا شعار بنالے۔

آدمی چھ نقطوں میں بند ہے

بولٹن مارکیٹ سے بس میں سوار ہو کر گھر آ رہا تھا۔ بس میں اس قدر رش تھا کہ لگتا تھا کسی بڑے ڈبے میں سامان کی طرح مسافروں کو پیک کر دیا گیا ہے۔ دھوئیں اور جلتے ہوئے تیل کے ساتھ آدمیوں کی پسینے کی بو بھی بس میں بسی ہوئی تھی۔ بس چلنے پر کھڑکی سے ہوا کا جھونکا آتا تو متعفن پسینے کی بو سے دماغ پھٹنے لگتا۔ بس میں سوار مسافر ایسے بھی تھے جن کے سفید براق لباس سے سینٹ کی بھینی خوشبو سے معطر تھے۔ کچھ لوگوں نے سر میں ایسے تیل ڈالے ہوئے تھے جن میں دوائیوں کی خوشبو موجود تھی۔ خوشبو اور بدبو کے اس امتزاج سے دماغ بھاری ہو گیا۔

اور دم گھٹنے لگا۔ جب یہ صورت واقع ہوئی تو ذہن میں یکا یک یہ خیال وارد ہوا کہ آدمی کے اندر اس قدر تعفن کیوں ہے؟ ذہن اس خیال پر مرکوز ہو گیا۔ پھر مرکزیت اس قدر بڑھی کہ آنکھیں خمار آلود ہو گئیں۔ اور آہستہ آہستہ یہ خمار غنودگی میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔

دیکھا کہ ایک گول دائرہ ہے۔ اس گول دائرے کے اوپر چھ اور دائرے ہیں۔ ہر دائرہ مختلف رنگوں سے بنا ہوا ہے۔ کوئی دائرہ نیلگوں ہے، کوئی سبز ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی سیاہ ہے اور کوئی بے رنگ ہے۔ قوس قزح کے ان رنگوں میں دل چسپی بڑھی تو یہ چھ دائرے چھ روشن نقطوں میں تبدیل ہو گئے اور یہ بات منکشف ہوئی کہ ہر ذی روح دراصل ان چھ نقطوں کے اندر زندہ ہے۔ ان چھ نقطوں کو جب اور زائد گہرائی میں دیکھا تو نقطوں کے درمیان فاصلہ قائم ہو گیا۔ پہلا نقطہ سر کے بیچ میں نظر آیا۔ دوسرا نقطہ پیشانی کی جگہ، تیسرا نقطہ دائیں پستان کے نیچے، چوتھا نقطہ سینے کے بیچ میں، پانچواں نقطہ دل کی جگہ اور چھٹا نقطہ ناف کے مقام پر دیکھا۔

ناف کے مقام پر جو نقطہ موجود تھا اس میں تاریکی غالب تھی اور اس میں تعفن کا احساس نمایاں تھا۔ بڑی حیرت ہوئی کہ اس قدر روشن اور تابناک نقطوں کے ساتھ یہ کثیف، تاریک اور متعفن نقطہ کیوں ہے؟ ذہن اس کھوج میں لگ گیا۔ اب میری حالت یہ تھی کہ ذہن جسم کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ گوشت پوست کے جسم کی حیثیت ایک خالی لفافہ کی تھی۔ یہ احساس ہی نہیں رہا کہ میں بس میں سفر کر رہا ہوں۔ آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو گئیں اور اب میں پوری طرح مراقبہ کے عالم میں تھا۔ مراقبہ میں دیکھا کہ ہر آدمی کے کندھوں پر دو فرشتے موجود ہیں۔ اور یہ کچھ لکھ رہے ہیں۔ لیکن لکھنے کی طرز یہ نہیں ہے جو ہماری دنیا میں رائج ہے۔ نہ ان کے ہاتھوں میں قلم ہے اور نہ سامنے کسی قسم کا کاغذ ہے۔ فرشتوں کا ذہن کوئی بات نوٹ کرتا ہے اور وہ بات فلم کی طرح ایک جھلی پر نقش ہو جاتی ہے۔ نقش و نگار کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی کے ذہن میں ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری ہے۔ دوسرے

آدمی کے ذہن میں ایذا رسانی اور حسد کے جذبات متحرک ہیں۔ تیسرا آدمی کسی کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ یہ آدمی قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے باہر نکلا۔ ایک فرشتے نے فوراً اس کے ذہن میں ترغیب کے ذریعے یہ بات ڈالی کہ قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے اور جان کا بدلہ جان ہے۔ لیکن اس آدمی نے اس ترغیب کو درخوا عتنا نہیں سمجھا اور قدم بہ قدم اپنے ارادے کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھتا رہا۔ ترغیبی پروگرام پر جب عمل نہیں ہوا تو دوسرے فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کر دیا اور اس فلم پر یہ تصویر منعکس ہوگئی کہ وہ بندہ قتل کی نیت سے گھر سے باہر آیا اور اس کے اوپر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ یہ بندہ اور آگے بڑھا اور متعین مقام پر پہنچ کر اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ دوسرے فرشتے نے فوراً ہی اس کو بھی فلما دیا۔

جرم کرنے کے بعد اس بندے کے ضمیر میں ہل چل برپا ہوگئی۔ دماغ میں مسلسل اور تواتر سے یہ بات آتی رہی کہ یہ کام میں نے صحیح نہیں کیا ہے۔ جس طرح میں نے ایک جان کا خون کیا ہے اسی طرح میری سزا بھی یہی ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے۔ ضمیر کی یہ ملامت بھی فلم بن گئی۔

علیٰ ہذا القیاس، تینوں آدمیوں نے اپنے ارادے اور پروگرام کے تحت عمل کیا اور جیسے جیسے اس پروگرام کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے اقدام کیا، ہر عمل اور ہر حرکت کی فلم بنتی چلی گئی۔ اس کے برعکس ایک آدمی نماز کے ارادے سے مسجد کی طرف بڑھا۔ مسجد میں پہنچ کر خلوص نیت سے نماز ادا کی۔ خلوص نیت اللہ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پسندیدگی کے نتیجے میں وہ انعامات و اکرامات کا مستحق قرار پایا۔ گو کہ اسے معلوم نہیں ہے اس کا عمل مقبول ہوا یا مقبول نہیں ہوا لیکن چونکہ ضمیر مطمئن ہو گیا اور اس کے اوپر سکون کی حالت قائم ہوگئی۔ سکون کا اصل مقام جنت ہے۔ ضمیر نے مطمئن ہو کر اس بات کا مشاہدہ کیا کہ میرا مقام جنت ہے۔ جیسے ہی جنت سامنے آئی، جنت کے اندر تمام انواع واقسام کے پھل، شہد کی نہریں، حوض کوثر وغیرہ وغیرہ سامنے آ گئے۔ جب ضمیر ایک نقطہ پر مرکوز ہو کر ان انعامات و اکرامات سے فیض یاب ہو چکا تو فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز کر دیا اور یہ ساری کاروائی فلم بن گئی۔

ایک دوسرا آدمی گھر سے نماز کے لئے چلا۔ ذہن میں کثافت ہے۔ اللہ کی مخلوق کے لئے بغض وعناد ہے۔ مشغلہ حق تلفی، سفاکی، بربریت اور جبر وتشدد ہے۔ مسجد میں داخل ہوا، نماز ادا کی لیکن ضمیر مطمئن نہیں ہوا۔ ضمیر مطمئن ہونا دراصل وہ کیفیت ہے جس کو دوزخ کی کیفیت کے سوا دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ جب یہ آدمی نماز سے فارغ ہوا اور دل و دماغ خالی اور بے سکون محسوس کئے تو فوراً دوسرے فرشتے نے اس جھلی نما فلم پر اپنا ذہن مرکوز

کیا اور ساری روئیداد بھی فلم بن گئی۔

فرشتوں نے مجھے بتایا---

اس وقت آپ کے سامنے دو کردار ہیں۔ ایک کردار وہ ہے جس نے ترغیبی پروگرام سے روگردانی کی اور محض اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ہی بھائی کو قتل کر دیا۔ ایک وہ شخص ہے جس نے بظاہر وہ عمل کیا جو نیکوکار لوگوں کا عمل ہے۔ لیکن اس کی نیت میں خلوص نہیں تھا۔ وہ خود کو اور اللہ کے نظام کو دھوکا دے رہا تھا۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس کی نیت میں خلوص ہے، ذہن میں پاکیزگی ہے اور اللہ کے قانون کا احترام ہے۔

آیئے اب ہم ان دونوں گروہوں میں سے ایک ایک فرد کی زندگی کا مطالعاتی تجزیہ کرتے ہیں۔

قتل کرنے والا بندہ جب دنیا کی ہماہمی اور گہما گہمی اور لامتناہی مصروفیات سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے اوپر جرم کا احساس مسلط ہو جاتا ہے۔ دل بے چینی اور دماغ پریشانی کے عالم میں سیدھی حرکت کے بجائے اس طرح گھومتے ہیں کہ یہ پریشانی ذہنی خلفشار اور دماغی کشاکش میں پیش آنے والے آلام ومصائب کی تصویر بن جاتی ہیں۔ اب فرشتے کی بنائی ہوئی فلم پر نقوش اس بندے کے اپنے ارادے اور اختیار سے گہرے ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ان نقوش میں گہرائیہ واقع ہوتی ہے، اس آدمی کے اندر روشن نقطے دھندلے ہونے لگتے ہیں اور یہ دھند بڑھتے بڑھتے اس نقطہ پر جو ناف کے مقام پر ہے محیط ہو جاتا ہے۔ اور اس نقطہ کے اندر روشنیاں تاریکی میں ڈوب جاتی ہیں۔ کسی بندے کے اوپر جب یہ کیفیت وارد ہو جاتی ہے تو تاریکی اور کثافت ایک متعفن پھوڑا بن جاتی ہے اور اس پھوڑے کی سڑاند اس کے خون میں رچ بس جاتی ہے۔ پھر یہ سڑاند بڑھتے بڑھتے اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ باقی پانچ نقطے اس آدمی سے کافی حد تک لاتعلق ہو جاتے ہیں۔

فرشتوں کی اس تعلیم سے میں مبہوت و ششدر تھا کہ سماوات سے ایک آواز گونجی۔ وہ آواز گھنٹیوں کی طرح تھی۔ جب اس مدھ بھری اور سریلی آواز میں میں نے اپنی تمام تر توجہ مبذول کی تو میری سماعت سے یہ آواز ٹکرائی --- مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر، ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر دبیز پردے ڈال دیئے۔ ایسے ناسعادت آثار لوگوں کے لئے عذاب الیم کی وعید ہے۔

آواز کا سننا تھا کہ خوف سے دل لرز اٹھا۔ جسم کے سارے مسامات کھل گئے۔ زبان پر فریاد تھی اور آنکھوں میں آنسو۔ اتنا رویا، اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔ لوگوں نے دیکھا، سمجھے پاگل ہے۔ کچھ لوگوں نے آوازے کسے۔ کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ بس میں موجود ایک آدمی نے بھی ہمدردی کا کوئی لفظ زبان سے ادا نہیں کیا اور میں اسی عالم بے قراری میں بس سے اتر گیا۔

جس وقت گھر پہنچا، گھر میں اندھیرا تھا۔ اس غم ناک اور الم ناک کیفیت کا اثر یہ ہوا کہ نڈھال ہو کر چار پائی پر گر گیا۔ دل میں کسک نے درد کی شکل اختیار کر لی۔ لگتا تھا کہ کسی نے دل کے اندر کوئی کیل ٹھونک دی ہے۔ یکا یک سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور لطف و کرم کی طرف توجہ مبذول ہوگئی۔ اب پھر دیکھا کہ وہ دونوں فرشتے موجود ہیں اور سر پر ہاتھ پھیر کر مجھے تسلی دے رہے ہیں۔ اس فرشتہ نے جو نیلی کی فلم بنانے پر متعین تھا، میرے سامنے اپنی بنائی ہوئی فلم کو کھولنا شروع کر دیا اور آنکھوں کے سامنے ایک اسکرین آ گئی۔

یا مظہر العجائب ! ناف کے مقام پر کثیف اور تاریک نقطہ کی بجائے روشن نقطہ سامنے آ گیا۔ اتنا روشن کہ سورج کی روشنی اس کے سامنے چراغ اور چاند کی چاندنی ان نورانی روشنیوں کے سامنے ٹمٹما تا دیا۔ دماغ کے اوپر المناک کثافت دیکھتے ہی دیکھتے دھل گئی۔

وہ شخص جس نے خلوص نیت سے نماز ادا کی تھی اور جس کے دل میں اللہ کے بنائے ہوئے قانون کی حرمت تھی، موجود تھا۔ اس آدمی کے اندر روشن نقطے کی شعاعیں، سورج کی شعاعوں کی طرح گردش کرنے لگیں۔ ایک سکون کا عالم تھا کہ ٹھہرے ہوئے سمندر کا سکوت تھا۔ روشن روشن دل میں جل ترنگ کا سماں تھا۔ کیف و مستی کا ایک عالم تھا اور اس کیف و مستی کے عالم میں وہ شخص جنت کی پر فضا وادی میں گلگشت چمن تھا۔ جنت کے نظارے کا کیا بیان کیا جائے۔ ایسے ایسے محلات کہ جن کے اندر فن تعمیر ایسا کہ دنیا کی کوئی تاریخ مثال نہیں پیش کر سکتی۔ ہیرے جواہرات سے مرصع اس محل میں اس صاحب کو محو استراحت دیکھا جن کی خدمت کے لئے حوریں مامور تھیں۔ قسم قسم کے طیور اور پرندے چہک رہے تھے۔ لگتا تھا کہ ان صاحب کی تعریف و توصیف کے ترانے گا رہے ہیں۔ ایسے تراشے ہوئے پتھروں سے حوضیں دیکھیں جن پتھروں کی چمک دمک کے سامنے ہیرے موتیوں کی چمک دمک ماند ہے۔

جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ یہ مقام ان قدسی نفس حضرات کا مقام ہے جو خلوص نیت سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے دل میں اللہ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ کارفرما ہے۔ جن کے دل حق آشنا ہیں اور جو آدم و حوا کے رشتے سے اپنے بہن بھائیوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ کر کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق اس دکھ درد سے نجات حاصل کرے۔ اس پر سکون عالم کو دیکھ کر میرے اوپر سکوت طاری ہو گیا۔ عقل گم ہوگئی۔ ساعت ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی۔ دنیا کو دیکھنے والی بصارت ایک فریب اور دھوکا نظر آئی اور پھر بے اختیار آنکھیں پانی بن گئیں۔ یہ آنسو غم اور خوف کے آنسو نہیں تھے، تشکر کے آنسو تھے۔ میری اس والہانہ خوشی سے دونوں فرشتے بھی خوش ہوئے اور پوچھا جانتے ہو یہ کن لوگوں کا مقام ہے؟ یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو اللہ کے

حبیب ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر خلوص نیت سے عمل کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست کہا ہے۔ بے شک اللہ کے دوستوں کے لئے خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم آشنا ہوتے ہیں۔

یہ دونوں فرشتے کراماً کاتبین تھے۔

روح کی آواز

سعیدہ خاتون بٹ، لندن۔

میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک بہت ہی بڑا قرآن مجید رحل پر رکھا ہے اور ایک بہت بڑا ہاتھ قرآن مجید کا ایک ایک صفحہ الٹتا جا رہا ہے۔ اور غیب سے آواز آرہی ہے کہ دیکھو کیا ہم نے قرآن مجید میں یہ نہیں لکھا کہ جو قوم تباہی کے راستے پر جائے گی اس پر ہم عذاب نازل کریں گے؟ پہاڑ کے اطراف میں بہت سارے لوگ ہیں جس میں ہمارا خاندان بھی ہے۔ وہ بڑا سا ہاتھ برابر قرآن مجید کے ورق پلٹتا جا رہا ہے۔ اور آواز آرہی ہے ''اٹھو، سنبھلو، ہوش میں آؤ! جو قوم بھی تباہی کے راستے پر چلی مٹ گئی، تباہ کر دی گئی'' اسی طرح پورے قرآن شریف کا ایک ایک صفحہ پلٹا اور غیب سے آواز آتی رہی۔

انہیں دنوں ایک دوسرا خواب دیکھا کہ جیسے ایک بڑا سا گھر ہے۔ ایک بڑے کمرے میں میں بیٹھی کچھ کتابیں پڑھ رہی ہوں۔ آس پاس بہت سے رشتہ دار ہیں۔ نانی، پرنانی، پھوپھی، امی وغیرہ۔ گھر کے تمام افراد ہیں۔ اتنے میں شور اٹھا کہ آں حضرت ﷺ آرہے ہیں۔ سب لوگ بھاگ بھاگ کر ان کے پاس جمع ہوگئے۔ وہ ایک ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے ہیں اور دعائیں دیتے جاتے تھے۔ سب ان ﷺ سے فرمائش کرنے لگے کہ حضور ﷺ میری فلاں خواہش پوری فرما دیجئے وغیرہ وغیرہ۔ آں حضرت ﷺ خوش خوش کہتے جاتے ''ہاں! تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی انشاءاللہ'' جب سب لوگ خوش خوش چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی دوپٹے کا کونہ مٹھی میں دبائے خاموش کھڑی ہے۔ اس کا رنگ خوف و دہشت سے سفید پڑ گیا ہے۔ میں اس سے کہتی ہوں ''ارے، تم الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو۔ تم کو پتہ نہیں آں حضرت ﷺ آئے ہیں، آگے آؤ'' وہ کچھ نہیں کہتی۔ بہت زیادہ رنجیدہ ہے۔ اپنی مٹھی کھول دیتی ہے۔ اس کے پلو میں چاندی کی ایک انگوٹھی ہے جو ٹوٹ کی ریزہ ریزہ ہو چکی ہے۔ یہ دیکھ کر میرا بھی رنگ فق ہو جاتا ہے جیسے اس نے انتہائی بڑا گناہ کیا ہو۔ میں اس کی طرف دیکھتی ہوں تو وہ اس قدر رنجیدہ ہوتی ہے کہ اس پر ترس آتا ہے۔ آخر میں اس کو تسلی دیتی ہوں کہ چلو میں تم کو لے چلتی ہوں، تم مت گھبراؤ۔ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آگے لے کر جاتی ہوں۔ آں حضرت ﷺ کے سامنے اس کی مٹھی کھولتی ہوں۔ آنحضرت ﷺ جیسے ہی ٹوٹی انگوٹھی دیکھتے ہیں، رنج و غم ان کے چہرے سے عیاں ہوتا ہے۔ میں اس لڑکی کی سفارش کرتی ہوں۔ کچھ دیر بعد چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ آتی ہے اور وہ ﷺ اپنا دست مبارک لڑکی کے سر پر پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ''جاؤ،

انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" پھر اس کی انگوٹھی جم جاتی ہے۔

میں نے دو سال قبل ۱۹۶۳ء کے کسی جمعہ کو ایک خواب دیکھا تھا۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ دیکھ چکی ہوں وہ خواب آپ کو سنا رہی ہوں۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اتنا لمبا خواب اتنی دور سے آپ کو کیا لکھوں۔ لیکن رات میں نے پھر دیکھا کہ وہ خواب آپ کو سنا رہی ہوں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ وہ خواب مجھے آپ کو لکھ دینا چاہیئے۔ میں باورچی خانے میں بیٹھی کھانا پکا رہی ہوں۔ میرا دیور بھی پاس ہی بیٹھا ہے۔ اس نے کہا بھابھی موسم بڑا پیارا ہو رہا ہے، چلو پکنک پر چلیں۔ میں نے کہا کاش اس وقت ر۔ص۔ وغیرہ بھی ہوتیں تو کتنا مزہ آتا۔ اسی وقت دیکھا کہ وہ سامنے سے چلی آرہی ہیں۔ میں ان سب کو لے کر اپنے خاص کمرے میں گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کمرہ میرے لئے خاص طور سے سجایا گیا ہے۔ بہت ہی بڑا کمرہ تھا۔ زمین پر ایک طرف چاندی کا تخت بچھا ہوا تھا، جس پر سفید چادر اور گاؤ تکیئے تھے۔ کمرے کی دیواریں سنہری تھیں اور اس پر سینریاں بنی ہوئی تھیں، اتنی خوبصورت کہ بیان سے باہر ہے۔ چھت بھی سنہری تھی۔ ہر طرف سونے کی چیزوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ پہلے میں نے سب کو اپنا کمرہ دکھایا۔ پھر میں سب کو دوسرے کمرے میں لے گئی کہ کچھ کھا پی لیں۔ وہاں پر دو لمبی لمبی میزیں بچھی ہوئی تھیں جن پر انواع واقسام کے میوے، پھل اور مٹھائیاں تھیں۔ میز پر خاندان کے تمام لوگ جمع تھے۔ ان سب کو کھاتے اور خوش گپیاں کرتے دیکھ کر میں انتہائی خوش تھی۔ پھر میں نے بھی ہاتھ بڑھا کر ایک گلاب جامن اٹھایا اور کھانے لگی۔ پتہ چلا یہ تو امرود ہے نہایت مزیدار۔ اندر گلابی اور اوپر سے بالکل گلاب جامن لگتا تھا۔ پھر انگور اٹھایا۔ چھوٹا سا ہرے رنگ کا تھا۔ لیکن میں نے اسے کئی مرتبہ دانتوں سے کاٹ کاٹ کر کھایا۔ اور ہر مرتبہ منہ بھر بھر کر رس نکلا۔ پھر سب دو دو تین تین کی ٹولیوں میں بٹ کر ہنسنے کھیلتے باغوں میں گھومنے لگے۔ پھر میں آپ کو لے کر ایک بڑے سے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی جہاں خاموشی تھی اور کوئی نہ تھا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں آپ کو ایک خواب سناتی ہوں۔ جو میں نے ابھی دیکھا ہے۔ آپ نے کہا ضرور سناؤ۔ میں نے کہا کہ میں نے ایک باغ دیکھا ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ باغ اتنا خوبصورت ہے، اتنا خوبصورت ہے کہ......... اتنا کہ کر اچانک میری زبان بند ہوگئی۔ سخت نشہ سا چھا گیا۔ آنکھیں اور ہونٹ بھی بند ہوگئے۔ میں اپنی پوری قوت لگانے کے باوجود ایک معمولی سی آواز بھی نہ نکال سکی۔ پھر میرا دل چاہا کہ خوبصورتی اس باغ کی بیان کروں کہ اب بولنے کے قابل ہوں۔ لیکن اسی لمحے پھر خمار چھا گیا، آنکھیں اور ہونٹ بالکل بند ہوگئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں بالکل بچی ہوں، معصوم حالاں کہ میرا ڈیل ڈول نوجوان تھا۔ سب نے باریک ریشم کے لباس پہن رکھے تھے مگر اس میں سے بدن نظر نہ آتا تھا اور نہ کہیں سلائی نظر آتی تھی۔

سب لوگ اپنے لباس لہراتے ہوئے اس طرح چل رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا پانی پر بہتے چل رہے ہوں۔
اس کے بعد دیکھا کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک تنگ، سیدھا اور ہموار راستہ ہے اور بہت ہی خوبصورت پل بنا ہوا ہے اور یہ پل معلق ہے۔ اس پر حضور پاک ﷺ نے قدم رکھا، پھر نیچے کی طرف دیکھا۔ میں ایک طرف کھڑی انہیں بغور دیکھ رہی تھی۔ معاً مجھے خیال آیا کہ اس راستے پر چلتے ہوئے اگر کوئی انسان نیچے گر پڑے تو اس کی ہڈیوں کا پتہ بھی نہیں چلے اور وہ ان گہرائیوں میں گرتا ہی چلا جائے، کبھی پتہ نہ پائے۔ ذرا سا بھی قدم بہکے تو نیچے گر سکتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں دہشت سے کانپ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ہولے ہولے اس پر چڑھنا شروع کیا اور ساتھ ہی سورہ فاتحہ کی آخری آیتیں پڑھتے جاتے تھے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

سے آخر تک جن کا مطلب یہ ہے "اے خدا! ہم کو سیدھے راستے پر چلا، ان کا راستہ جن پر تو نے انعام نازل فرمایا۔ اور ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب نازل ہوا" بس یہی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور چڑھتے جاتے تھے۔ جب آدھا راستہ طے کر چکے تو کھڑے ہو کر مجھے دیکھا۔ میں یہ سب بغور دیکھ رہی تھی۔ ان کے دیکھتے ہی میں نے مسکرا کر اسی راستے پر قدم رکھ دیا۔ اور انکے پیچھے چلنے لگی۔ آنکھ کھلی تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔
اس خواب کے بعد مجھے شدت سے اپنے اندر تبدیلی کا احساس ہونے لگا ہے۔ میں ایسا سکون محسوس کرتی ہوں کہ یقین مانیے کہ آج تک ایسا سکون میرے دل کو نہیں ملا۔
اس کے بعد سے متواتر سچے خواب دیکھ رہی ہوں۔ میری ایک سہیلی کے بچے کا پاکستان میں انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال سے ایک دو دن پہلے ہی مجھے خواب میں پتہ لگ گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ جب سے رمضان شروع ہوا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں راتوں کو عبادت کرتی رہتی ہوں۔ ویسے میں دو تین بجے اٹھ کر نماز اور قرآن وغیرہ پڑھتی ہوں۔ نماز فجر کے بعد ذرا سی دیر کو سو جاتی ہوں۔
میرے خطوط آپ کو برابر مل رہے ہوں گے۔ شعبان اور خصوصاً رمضان شروع ہوتے ہی مجھے اپنے اندر زبردست تبدیلی محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے میں رات بھر عبادت کرتی ہوں۔ اب ایک عجیب واقعہ سناتی ہوں۔
اکیسویں روزے کی رات کو لیٹے لیٹے مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری ہوئی۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنکھیں بالکل بھینچ گئیں اور مٹھیاں بند ہو گئیں۔ سخت دہشت دل پر سوار ہو گئی۔

میں خوب جانتی ہوں کہ یہ وہی کیفیت ہے جو مجھ پر بھائی جان کے مرنے کے ایک ماہ پہلے سے ان کے مرنے تک طاری رہی۔ جس میں آنکھیں سختی سے بند ہونے کے باوجود نانی اور پرنانی کو دیکھتی اور سنتی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے کوئی خاص علم دیا جا رہا ہے۔ یہ خواب نہیں تھا بلکہ بیداری میں ایک کیفیت تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے دل میں کوئی عظیم ہستی ہے جو مجھے خاص باتیں بتا اور دکھا رہی ہے۔ مجھے اپنے نانا کے متعلق بتایا گیا۔ انہیں میں نے اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا بھی دیکھا حالاں کہ میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور ان کے بارے میں سنا تھا۔ دوسری رات یعنی بائیسویں (۲۲) روزے کو دیکھا کہ کوئی مجھ سے دعائیں پڑھوا رہا ہے۔ یہ دعائیں کچھ اس طرح تھیں۔ ہر دعا مجھ سے دو دو تین تین بار پڑھوائی گئی۔ یہ سب کے لئے تھیں۔ ''اے خداوند کریم! ہم سب کے گناہ معاف کر دیجئے، ہمیں سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا فرمایئے۔''

پھر اچانک میں نے بہت ہی درد بھری چیخ سنی اور بین سنے۔ یہ میری اپنی ہی روح تھی جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں دوزانو بیٹھی اتنی بری طرح رو رو کر بین کر رہی تھی کہ میرا دل بھی لرز اٹھا۔ جیسے کسی ماں کا جوان بیٹا مر جائے تب بھی کوئی ماں اس بری طرح رو کر بین نہ کرتی ہوگی۔ وہ مسلسل روئے جا رہی تھی اور کہتی جاتی تھی ''ہائے اللہ میاں! مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے۔'' اور جب وہ ہائے کرتی تو اتنی لمبی سانس کھینچتی اور اتنی درد بھری آواز سے کہتی کہ کوئی انسانی زبان ایسی درد بھری آواز میں بین نہیں کر سکتی۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس آواز سے آسمانوں کے فرشتوں کے دل بھی لرز رہے ہیں۔ اسی طرح کافی دیر تک میں نے یہ نظارہ دیکھا۔ پھر اس کے بعد مجھے پوری طرح ہوش آ گیا اور میرا دماغ پوری طرح کام کرنے لگا۔ میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ آج کوئی نئی اور زبردست بات ہونے والی ہے۔ کچھ دیر بعد مجھے خاص دعائیں پڑھوائی گئیں کہ اس رمضان کو ہمارے لئے مبارک فرمایئے وغیرہ وغیرہ۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ یہ دعائیں لے میرے دل کے پاس سے اڑا۔ اس کے پروں کا رنگ سنہری تھا۔ اسی وقت میرے حواس بجا ہوئے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتی رہی۔ خوف و دہشت سے اٹھ بھی نہیں سکی۔ اس وقت میں اکیلی ہی تھی۔ آخر ایک دم بہت ہی شدید دہشت میرے دل پر طاری ہوئی۔ میں سخت گھبرا گئی۔ میری روح کی آواز مجھے سنائی دی جس سے میری آنکھیں بھینچ گئیں۔ اور میرا جسم ساکت ہو گیا۔ روح نے کہا۔

''میں کچھ دیکھ رہی ہوں۔ میں کیا دیکھ رہی ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کچھ دیکھ رہی ہوں۔''

وہ نہایت تیزی اور بے چینی سے گردن اِدھر اُدھر کر کے کہتی جا رہی تھی اور جلدی جلدی تیزی سے بول رہی تھی۔

میں نے دل میں کہا کہ میری آنکھوں کے سامنے سوائے اندھیرے کے کچھ نہیں ہے۔ اسی وقت روح کی آواز آئی

-"ہاں، میں ایک نور دیکھ رہی ہوں۔"
اس وقت یقین جانیے میں جاگ رہی تھی۔ اور پورے حواس میں تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے پاس بچے سو رہے ہیں اور شوہر گھر میں ہیں۔ صرف میری آنکھیں بند تھیں جو میں باوجود پوری کوشش کے کھول نہیں سکتی تھی۔ اور دل بری طرح دھڑک رہا تھا میری بند آنکھوں کے سامنے پہلے نور کی تین لکیریں نمودار ہوئیں۔ میری روح مسلسل کہے جارہی تھی۔ وہ انتہائی خوشی کی آواز تھی۔ "ہاں، میں ایک نور دیکھ رہی ہوں۔ ہاں، یہ خدا کا ہی نور ہے۔"
وہ یہی کہے جارہی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے تین لکیریں نور کی تھیں۔ ان کی وسعت کا اندازہ میں نہیں لگا سکتی۔ وہ اس قدر وسیع و عریض تھیں کہ تمام کائنات کو محیط تھیں۔ اور بے انتہا روشن اور حسین تھیں۔ پھر اس نور نے چاند کی شکل اختیار کی، پھر دائرہ کی شکل بن گئی۔ پھر کافی دیر بعد دائرے یا نور کا ہالہ میری نظروں سے دور ہوتا گیا اور غائب ہوگیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ میری روح یہ نظارہ مدتوں تک دیکھتی رہی اور اس قدر اس میں محو ہوگئی کہ اسے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔ آخر جب وہ اچھی طرح سیر ہوگئی تو اسے ہوش آیا۔ اور پھر اس نے بہت تیزی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔
"میں اس نور کو سجدہ کرتی ہوں جو میں نے ابھی دیکھا ہے۔"
وہ یہ جملہ بہت روانی کے ساتھ بولتی جارہی تھی۔ اور اسی تیزی سے سجدے بھی کرتی جارہی تھی۔ کوئی انسانی زبان اتنی تیز رفتاری سے نہیں بول سکتی۔ اور نہ ہی اس تیز رفتاری سے کوئی انسان سجدے کر سکتا ہے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ روح کی طاقت انسان سے ستر ہزار گناہ زیادہ ہے۔ اس نے لاکھوں سجدے کئے اسی برق رفتاری کے ساتھ۔
مجھے احساس ہوا کہ وہ نہایت ہی حسین فرش ہے اور میری روح عرش پر ہے۔ اس کا فرش ہرے رنگ کا ہے، نہایت ہی چمکدار۔ اس میں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ اور ایک نہایت ہی عظیم کرسی ہے۔ اور اس پر کوئی عظیم ہستی تشریف فرما ہے، بالکل میرے سامنے۔ اور میں اس کے قدموں میں بیٹھی ہوئی سجدے کر رہی ہوں۔
اسی وقت میری بھینچی ہوئی آنکھیں کھل گئیں۔ دل کی دھڑکن رفتہ رفتہ نارمل ہوئی مگر میں بستر پر بالکل ساکت پڑی تھی، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دل میں شدید تکلیف تھی کہ میں چلا چلا کر رونے لگی۔ پھر میری زبان سے بے ساختہ زور زور سے یہ الفاظ نکلے۔ "ہاں، ہاں وہ خدا کا نور تھا جو میں نے ابھی دیکھا۔
میری زبان نے تین دفعہ یہ جملہ دہرا کر اس کی تصدیق کردی۔
تنہائی ہونے کے باوجود مجھے اپنے جسم میں ایک عجیب سی طاقت محسوس ہوئی۔ میں اسی وقت بستر سے اٹھ گئی۔ زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ اور میں زبان سے زور زور سے کہتی جارہی تھی۔ "ہاں، یہ سچ ہے وہ خدا کا نور

تھا۔"

پھر میں نے لائٹ آن کی۔ میرے تمام جسم پر لرزہ طاری تھا۔ مجھ پر ایسی کیفیت طاری تھی کہ جیسے کسی نے مجھ پر سحر کردیا ہو۔ میں بڑی مشکل سے اپنی ہمت یکجا کر کے سیڑھیوں سے اترنے لگی۔ (بیڈروم اوپر کی منزل پر ہے) میں نے دیکھا کہ میرے اطراف آگے پیچھے، دائیں بائیں بے شمار فرشتے میرے ساتھ چل رہے ہیں۔ میں خود اپنے آپ کو ساری کی ساری نظر آئی۔ یعنی میں اپنا پورا وجود خود کو دیکھ سکتی تھی جیسے کوئی آئینہ میں دیکھتا ہے۔ میں بہت حسین تھی اور ایک لمبا سا گاؤن باریک ریشم کا پہنے ہوئے تھی۔ میں نے نیچے آکر ہر کمرے میں، باورچی خانہ اور تہہ خانے غرض ہر کمرہ کھول کر رکوع کے بل جھک جھک کر زور زور سے یہ الفاظ زبان سے کہے۔ ''سلامتی ہوا ے فرشتوں تم پر، سلامتی ہوا ے فرشتوں تم پر۔'' کیونکہ مجھے ہر جگہ حتی کہ تہہ خانے میں بھی بے شمار فرشتے ہی فرشتے نظر آرہے تھے۔ پھر میں نے بڑی ہی مشکل سے وضو کیا۔ مجھ سے نقاہت کے مارے کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا تھا۔ اور اس وقت میں بے حد رنجیدہ تھی اور اتنی سخت احساس کمتری میں مبتلا تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے بڑی ہی مشکل سے چار رکعت نفل پڑھی۔ میری طاقت جواب دے رہی تھی، میرا دماغ بوجھل سا تھا۔ میں نڈھال ہوکر بیٹھ گئی۔ اور مسلسل فائر پلیس (FIRE PLACE) میں راکھ کے ذروں کو دیکھنے لگی۔ یہ مکان کافی پرانا ہے۔ اس میں سینٹرل ہیٹنگ سسٹم نہیں ہے۔ آگ تو فائر پلیس کی بجھ گئی تھی۔ میں راکھ کے ذروں کو دیکھنے لگی -نڈھال اور غمگین سی۔ پھر مجھے ایسا لگا کہ ایک ایک ذرہ جاندار ہوگیا ہے اور انسانوں کی طرح قہقہے لگا رہا ہے۔ بری طرح میرا مذاق اڑا رہا ہے۔ راکھ کے یہ سارے ذرات میرا مذاق اڑا رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ دیکھ لی اپنی حقیقت۔ تم ہم ذروں سے بھی زیادہ حقیر ہو۔ کس چیز پر اکڑتی ہو؟ یقین جانیے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ میرا رواں رواں مجھے سر ہلا ہلا کر کہتا نظر آیا کہ ہاں یہ سچ ہے، انسان کی حیثیت اللہ کے نزدیک ان راکھ کے ذروں سے بھی کم تر ہے۔

میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کہ کیوں مجھے اپنا دیدار کرایا۔ میں پہلے ہی دنیا میں کون سی خوش تھی کہ مجھ پر غم واندوہ کے پہاڑ ڈال دیئے۔ مجھ میں پہلے ہی کیا احساس برتری تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو دکھا کر اور بھی مجھے ذلیل ترین ثابت کردیا۔ میں خود اپنے وجود سے شرمندہ تھی اور خود بڑی حقیر لگ رہی تھی اور یہی سوچ رہی تھی کہ شاید اس صدمے سے ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکوں۔ پھر اس وقت میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت جاگی۔ ایسا محسوس ہوا کہ وہ اتنی عظیم ہستی ہے کہ ان کے سامنے ہم ان ذروں سے بھی زیادہ حقیر وذلیل ہیں۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور پھر ان کے عذاب سے اتنی شدت سے ڈر لگا کہ رواں رواں کانپ گیا۔

دراصل مجھے پتہ نہیں کیوں ہمیشہ خواہش تھی کہ کاش اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکوں اور اس واقعہ کے ایک دن پہلے ہی میں نے قرآن مجید میں پڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن نیک بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ میں نے اسی وقت حضوری قلب سے دعا کی اللہ میاں ! مجھے اپنا دیدار کرادے۔ لیکن اب دیدار ہونے کے بعد مجھے اپنی اس خواہش پر اس قدر شرمندگی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں بار بار اپنی روح سے کہتی کہ تجھے کیا پڑی تھی یہ خواہش کرنے کی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری روح بے سدھ اور نڈھال، نیم بے ہوشی کے عالم میں اسی فرش پر پڑی ہے۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ جنبش کر سکے۔ کیونکہ دیدار کے بعد اس پر اپنی حقیقت واضح ہوگئی تھی۔
میں اسی طرح بے حس وحرکت و نڈھال سی بیٹھی تھی۔ آخر تھوڑی دیر بعد، شاید تین چار بجے ہوں گے، شوہر ریسٹورنٹ سے لوٹے تو میں نے رو رو کر سارا واقعہ بیان کیا کہ پتہ نہیں کہیں میں پاگل تو نہیں ہوگئی۔ انہوں نے بہت تسلیاں دیں کہ تم تو خوش قسمت ہو کہ اتنی بڑی چیز گھر بیٹھے عطا ہوگئی ہے۔ جب کہیں میری ڈھارس بندھی۔
وہ ایسا حسین نظارہ تھا جس نے میری روح کو منور کر دیا۔ اب دنیا کی کوئی چیز دل کو نہیں بھاتی۔ دل میں سکون و اطمینان کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں۔
مجھے اللہ تعالیٰ کا نور نظر آیا جو میں نے ان آنکھوں سے نہیں بلکہ روحانی آنکھوں سے دیکھا جس کی تفصیل میں اوپر لکھ چکی ہوں۔ جس وقت فرشتے مجھ سے دعائیں منگوا رہے تھے میں شعور میں تھی، جاگ رہی تھی مگر میں اپنے ارادے سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ ان تینوں دن رات کے درمیان میں میں بے حد ڈری اور سہمی سہمی رہی۔ بس ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت نے مجھے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس قدر عظیم اور طاقتور ہستی ہے کہ مجھے آن کی آن میں ریزہ ریزہ کر سکتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔ پھر میں نے ڈر کے مارے ان ہی تینوں دنوں کے دوران یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ میرے دل و دماغ پر پہرے بٹھا دیجئے تا کہ میں کوئی غلط بات سوچ بھی نہ سکوں۔
چوتھے دن شاید صبح یا دوپہر کو اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے دماغ پر چند فرشتے (تعداد معلوم نہیں) بٹھا دیئے گئے ہیں۔ اور وہ ہر ہر لمحہ مجھے حکم دیتے ہیں اب یہ کرو، اب وہ کرو۔ اب سو جاؤ۔ اب اٹھو۔ اب بچہ کو دودھ پلاؤ۔ اب کھانا پکاؤ۔ غرض انہوں نے حکم دے دے کر اس طرح صحیح کام مجھ سے کروائے اور صحیح وقت پر کروائے کہ میں حیران ہوں۔ وہ میرے دل میں ہی سے مجھ پر حکم چلاتے رہتے۔ مجھ میں اتنی مجال نہیں تھی کہ اس کے علاوہ میں کوئی بات سوچ بھی سکوں یا حکم عدولی کر سکوں مگر سارا کام وقت پر اور ٹھیک انجام پاتا رہا۔ رات بھی جلدی سو جاتی کہ صبح جلد اٹھ سکوں۔ صفائی اور پاکی پر بہت زیادہ توجہ ڈالی گئی کیونکہ بچے چھوٹے تھے۔

دوسرے دن میں عینک باورچی خانے کی میز پر بھول گئی۔ اور کمرے میں آ کر فائر پلیس کے اوپر ابھی چشمہ ڈھونڈنے کو ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ انہوں نے کہا وہ باورچی خانے کی میز پر ہے۔ میں بوکھلا کر وہاں گئی تو چشمہ وہیں تھا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

اس طرح دو تین دن ہو گئے۔ میں سب کام کرتی مگر اس قدر بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کرتی اور رنجیدہ بھی ہوتی کہ یہ تو بڑی مصیبت ہے کہ سارا وقت ڈنڈا سر پر رہے گا تو میں سکون کا سانس نہیں لے سکوں گی۔ ڈر اور دہشت سے جان نکلی جاتی۔ مسکراہٹ تو ان دنوں میرے چہرے پر کبھی بھی نہ آئی۔ بھوک پیاس اڑ گئی۔ وہ زبردستی مجھے کھانے کا حکم دیتے اور بڑی مشکل سے میں چند لقمے کھاتی۔

فرشتے کے پر سنہری تھے

سعیدہ خاتون بٹ، لندن۔

دراصل میرے صرف دل پر پہرے بٹھادیئے گئے تھے۔ لیکن میری عقل آزاد تھی۔ اور جو بات بھی میری عقل میں نہیں آتی وہ میں فرشتوں سے پوچھتی اور وہ کبھی نرمی سے کبھی سختی سے سمجھادیتے۔ اور اسی دوران میں ہمیشہ یہ دیکھتی کہ ایک بڑا سا دربار لگا ہے۔ سامنے اللہ تعالیٰ ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں اور میری روح ایک حسین عورت کے روپ میں ان کے سامنے فرش دوزانو بیٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال جواب جاری ہے۔ یہ سوال جواب فرشتے بھی مجھے سناتے جاتے تھے جو میں پھر لکھوں گی۔ میں دیکھتی ہوں کہ میری عقل ایک نہایت چالاک عورت کے روپ میں ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑی ہے اور میں یہ دیکھ کر سخت حیران ہوجاتی ہوں کہ وہ (عقل) اللہ تعالیٰ سے بے جھجک سوالات کئے جاتی اور بحث کرتی۔ کئی باتوں پر تو وہ سچ ہوتی اور کئی باتوں پر اسے درست کیا جاتا۔ میری روح نہایت عاجزی سے مسکین صورت بنائے ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھی تھی اور وہ ہر بات پر اللہ کا شکر ادا کرتی اور سجدہ بجالاتی۔ اسی طرح فرشتوں کے پہرے کے تیسرے دن میں بہت رنجیدہ ہوئی کہ اس طرح کیسے زندگی گزرے گی کہ فرشتے میرے دل میں بیٹھے ہوئے مجھے حکم دیتے رہیں اور چوں کہ وہ سب رعب سے اور ڈانٹ کر حکم دیتے ہیں کہ میں پریشان ہوجاتی ہوں۔ میں نے دعا کی کہ یہ پہرے ہٹادیئے جائیں۔ اب میں سمجھ گئی ہوں کہ زندگی کے ضروری کام خوش اسلوبی کے ساتھ کس طرح انجام دیتے ہیں۔ آخر کہیں جاکر چوتھے دن (اگر غلطی ہو تو اللہ معاف فرمائے۔ اس طرح مسلسل یہ باتیں دن رات مجھ پر بیتیں کہ مجھے شک ہے کہ کہیں دنوں کی غلطی نہ ہو۔ مجھے تو چوتھا دن ہی یاد پڑتا ہے) صبح دس گیارہ بجے ہوں گے، میں سنک (SINK) میں کپڑے دھو رہی تھی کہ میں نے دیکھا (اور میں یہ سب چیزیں کام کاج کرتے ہوئے دیکھتی رہتی تھی)۔ ہاں تو میں نے دیکھا کہ اوپر آسمانوں میں میری روح ایک حسین عورت کے روپ میں جنت کے باغوں میں بیٹھی کوئی شربت پی رہی ہے اور خاندان کی دوسری خواتین نانی، پرنانی اور دوسری بہت سی عورتیں ہیں۔ انہوں نے ہی میرے آنے کی خوشی میں یہ دعوت دی ہے۔ اور سب لوگ خوب خوش ہیں۔ باتیں کررہی ہیں اور قہقہے بھی لگا رہی ہیں۔ اسی لمحے میں نے دل میں اپنی روح سے کہا "اچھا تو یہ ٹھاٹھ ہیں۔ میں یہاں اتنی پریشان ہوں اور تم وہاں یہ عیش کررہی ہو۔" مگر اس نے ایک نگاہِ غلط انداز مجھ پر ڈالی اور پھر سے باتوں میں مشغول ہوگئی۔

پھر اسی دوپہر کو میں نے نماز میں سجدہ کیا تو جھکتے وقت اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے سامنے سے آیا اور

میرے دل میں سما گیا۔ پھر سارے جسم میں سما گیا۔ اسی لمحے مجھے آواز آئی۔

اِذَا جَاءَ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْب ط

مجھے لگا جیسے کہ میری روح ہے جو مسلسل تین چار دن سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور اب واپس میرے جسم میں سماگئی ہے۔ تین چار دن کے بعد پہلے مرتبہ مسکرائی اور ایک انجانی سی خوشی محسوس ہوئی۔ میں نے اس سے شکایتاً کہا کہ تو تو اتنی مسرور آئی ہے اور میں تیرے لئے کب سے پریشان تھی کہ خدا جانے وہاں کیا ہو، کیا کیا پوچھا جائے اور تو کیا جواب دے۔ پھر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اسی شام بڑے بھائی جان مرحوم کی آواز سنائی دی کہ پریشان نہ ہو۔ تم بڑی خوش قسمت ہو اور پھر اسی شام میرے دل پر سے پہرے اٹھا دیئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اب جا رہے ہیں۔ وہ میرے دل سے اڑا۔ شاید وہ ایک ہی تھا یا شاید زیادہ ہوں۔ مگر مجھے ایک ہی فرشتہ کے اڑنے کا احساس ہوا۔ اس کے سنہری پر تھے۔ اس نے کہا۔ ''اچھا، اب ہم جا رہے ہیں لیکن اگر ضرورت پڑی تو وقتاً فوقتاً ہم تمہارے پاس آتے رہیں گے۔ خوش رہو۔ اللہ کی سلامتی ہو تم پر ! ''
یہ کہکر وہ ادب سے جھکا اور اڑ گیا۔ آسمان کی طرف میں انہیں کھلی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ وہ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتا جاتا تھا۔ میں برابر ہاتھ ہلا ہلا کر اسے کہتی جاتی رہی تھی: ''سلامتی ہو اے فرشتو تم پر، سلامتی ہو اے فرشتو تم پر ! ''
پھر آسمان ذرا سا کھلا اور وہ اس میں داخل ہو گیا۔ آسمان کے اندر بڑے بھائی جان، نانی وغیرہ سارے اس کے منتظر تھے۔ اور وہ سب مضطرب تھیسے تھے۔ وہ سب مجھے اسی کھلے آسمان کی کھڑکی سے جھانکنے لگے۔ اور پھر آسمان بند ہو گیا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ نانی، پرنانی، بھائی جان وغیرہ سب مطمئن اور خوش ہیں۔
پھر اس کے بعد (فرشتوں یا فرشتے کے جانے کے بعد) تھوڑے تھوڑے وقفے سے دن کو بھی اور رات کو بھی دہشت سی طاری ہو جاتی۔ میری پیشانی پر سوئیاں سی چبھنے لگتیں اور مجھے سخت روحانی تکلیف محسوس ہوتی۔ احساس ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین ہستی مجھ سے قریب تر ہو گئی ہے۔ میری روح ان سے باتیں کرتی اور وہ مجھے سب کچھ بتاتے جاتے ۔ غیب کا علم، قیامت کا علم وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جو پیغمبروں، ولیوں، نبیوں نے بتائی ہیں مگر اب دنیا ان کو بھولتی جا رہی ہے۔ آواز کی ہیبت سے میں بہت زیادہ ڈر جاتی۔ ایسا لگتا کہ کہیں ڈر کے مارے میرا دم ہی نہ نکل جائے۔ یا میں پاگل ہی نہ ہو جاؤں پھر مجھ میں عجیب سی ہمت آجاتی اور میں عاجزی کے ساتھ رحم کی درخواست کرتی۔ پھر وہ نرم لہجے میں بولتے اور کہتے: ''اچھی خاتون ۔! ''
نماز میں کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا کہ کوئی مجھے چوم رہا ہے۔ میں نماز بھول جاتی اور تکلیف سے کہتی۔ ''مجھے چھوڑ

دو۔ ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں اتنی قربت برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ مسکرا کر مجھے اپنے قریب ہی نیچے چھوڑ دیتے۔ تب میں نماز پوری کرتی۔ کبھی کبھی آخر نماز میں دعا مانگتے مانگتے مجھ پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ مجھے ایسا لگتا کہ اللہ میاں مجھے پکڑنے والے ہیں۔ میری پیشانی میں سوئیاں سی گڑ تیں۔ وہ کہتے کہ ڈرو مت۔ دل پر نقش کرنے کا یہ ایک طریقہ ہے۔ ہم لازوال اور رحیم و کریم ہیں۔ تم ایک اچھی لڑکی ہو۔ ہمیں تم سے محبت ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ ہم سب عورتیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاندان کی لاج ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ گناہوں سے بچیں۔ سب کے دل میں خدا کا خوف پیدا کریں۔ نماز کی پابندی کریں۔

سنو اور غور سے سنو کہ قیامت بہت قریب ہے۔ اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ انسان خلاء تصرف حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن اس کا ذہن تخریب سے آلودہ ہوگا۔ وہ بہت جلد وہاں پہنچ جائے گا۔ پھر موت کو اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کرے گا لیکن قیامت آجائے گی۔ مریخ اور زہرہ میں انسان بستے ہیں جن کی عقلیں اور سر بڑے بڑے ہیں۔ مجھے ان کی جھلک دکھائی گئی۔

پھر حضرت اسرافیلؑ آکر صور پھونکیں گے اور وہ بس ایک کڑکتی آواز ہوگی۔ اس وقت تمام آسمانی بلائیں دنیا پر آپڑیں گی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ہر جاندار و بے جان چیز تباہ ہو جائے گی۔ لق و دق صحرا ہوگا۔ یہ ہے دنیا کی حقیقت جو مجھے دکھائی گئی۔ واقعی دنیا صرف خاک ہے۔ خاک کا لق و دق صحرا۔ نہ یہ مکان رہیں گے، نہ یہ دولتیں۔ سب خاک میں مل جائیں گے۔ یہ ہے دنیا کا انجام۔ ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی دو۔ اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پہلے میرے بندوں سے محبت کرو۔ انسان کا فرض ہے کہ ہر وہ کام کرے جس میں بنی نوع آدم کی بھلائی ہو۔ اگر اس میں کسی کی قسم کی قربانی بھی دینی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے۔

مجھے بتایا گیا کہ اناج کی بہت قدر کرنا چاہیئے۔ میں نے دیکھا کہ آسمانوں پر اناج کا ایک بڑا ڈھیر لگا ہے جو زمین والوں نے ضائع کر دیا۔ جب انسان سے کھانے پینے کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے یعنی انسان اسے پھینک دیتے ہیں تو فرشتے سب عزت کے ساتھ اسے اٹھا کر آسمان پر لے جا کر رکھ دیتے ہیں اور حسرت سے کہتے ہیں کہ اس سے دنیا کے کتنے بھوکوں کے پیٹ بھر سکتے تھے۔

ایک حسین وجمیل دولہن

اب سنو موت کیا ہے اور مرتے وقت انسان کو کیا محسوس ہوگا۔

موت ایک نہایت ہی حسین شئے ہے جو اس دنیا میں تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ موت انسان کو فکر و غم سے آزاد کرتی ہے۔ ذمہ داریوں سے آزاد کرتی ہے۔ موت انسان کو ایک ابدی زندگی بخشتی ہے۔ موت انسان کی خواہشات کا نچوڑ ہے۔ موت انسان کو روحانی سکون بخشتی ہے۔ لیکن اس شئے کو حاصل کرنے کی قیمت نیکیاں ہیں۔ اعمال حسنہ ہیں جو انسان زندگی میں کرتا ہے۔ اگر انسان کے پاس موت کو حاصل کرنے کی یہ قیمت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ برے انسان کے لئے موت ایک بھیانک دیو سے کم نہیں۔ مرتے وقت خوفناک شکلیں اسے ڈرائیں گی۔ یہ خوفناک اور دہشتناک دیو اسے طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے۔ انسان بھاگنا چاہے گا لیکن کہاں جائے گا۔ ہر طرف دیو ہی دیو ہوں گے اور وہ ایک بے بس پرندے کی طرح جس کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں ان دیوں کے قبضے میں ہوگا۔

اس لئے موت کا استقبال ایک حسین وجمیل دولہن کی طرح کرو۔ اپنی نیکیوں سے اس کا سنگھار کرو تا کہ مرتے وقت وہ جب قریب آئے تو اپنے نور کی شعاعوں سے تمہاری قبر کا اندھیرا دور کر دے۔ اپنے اعمال بد سے اس کا چہرہ مسخ نہ کرو کہ وہ تمہیں قبر کے خوفناک اندھیرے میں ایک دہشتناک دیو معلوم ہو۔

یہ تمام الفاظ مجھے اللہ تعالٰی نے ودیعت کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو جتنے بھی علم دیئے گئے ہیں وہ تمام اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہیں۔ اس لئے حسین اور خوبصورت الفاظ میں انہیں یاد کرو۔ ان پر اپنے الفاظ کا جادو بکھیر دو۔ انہوں نے جو بھی مجھے بتایا، جو دعائیں بھی پڑھوائیں ان کے الفاظ بہت شیریں تھے۔ قرآن شریف کے الفاظ کس قدر شیریں ہیں کہ باوجودیکہ ہم عربی نہیں جانتے، ہم تلاوت کرتے ہیں تو کھو کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی سے جب بھی مخاطب ہو، ادب کے ساتھ اور بہترین الفاظ میں اس کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرو۔

دیکھو یہ انسان کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ حق کی آواز پہچانے۔ حق کی آواز انسان کے اپنے ضمیر کی آواز ہے۔ مجھے اس کے پہچاننے کی تعلیم دی گئی ہے۔

میں پچھلا خط آپ کو رات گئے تک لکھتی رہی۔ بچوں کو لٹا کر ان کے پاس ہی لکھنے بیٹھ گئی۔ کیونکہ میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں جلد از جلد تمام باتیں آپ کو لکھ دوں۔ لیکن رات کافی ہو گئی تھی۔ مگر لائٹ ہونے کی وجہ سے بچے سو نہیں رہے تھے۔ دو تین مرتبہ میرے دل میں خیال آیا کہ لائٹ بند کر کے میں لیٹ جاؤں تو بچے بھی سو جائیں گے مگر

خط بھی لکھنے کا شوق مجھے ہو رہا تھا۔ میں لکھتی رہی اور ضمیر کی آواز پر میں نے دھیان نہیں دیا۔ اسی وقت پھٹ سے بلب فیوز ہو گیا۔ اور گھپ اندھیرا ہو گیا۔ بہت ہی زور سے کسی نے ڈانٹ کر کہا کہ تم حق کی آواز نہیں پہچانتی ہو۔ ہم تمہیں کب سے کہہ رہے ہیں کہ سو جاؤ، خط صبح لکھ لینا۔ ڈر کے مارے تو میری آدھی جان نکل گئی۔ اسی وقت میں نے قلم کاغذ تکیئے کے نیچے رکھا۔ حتی کے اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اٹھ کر چشمہ بھی رکھوں۔ وہیں پلنگ کے نیچے ہی رکھ کر جیسی تیسی لیٹ کر سو رہی۔ پھر انہوں نے سمجھانے کے انداز میں مجھے کہا۔ ''دیکھو، جس کام کے کرتے وقت یا شروع کرتے وقت تمہارے دل میں یہ خیال آئے کہ نہیں کرنا چاہیئے، وہ کام نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ کام فوراً چھوڑ دو، چاہے تمہیں کتنا ہی ضروری محسوس ہوتا ہو۔ اپنے ضمیر کی آواز سنو۔ ضمیر کی آواز ہی حق کی آواز ہے۔'' مجھے بتایا گیا کہ اگر انسان بار بار اپنے ضمیر کی آواز کو ٹھکرا دے تو پھر ضمیر راہنمائی نہیں کرتا۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا

اب اللہ تعالیٰ نے میرے چند سوالوں کا جواب بخشا ہے جو عرصہ سے میرے ذہن میں تھے:-
میں جب بھی کوئی برائی دیکھتی تو مجھے بہت احساس ہوتا اور سوچتی کہ بری باتوں سے نہ انسان کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے ، نہ اللہ میاں خوش ہوتے ہیں۔ تو برائیاں دنیا میں رکھی ہی کیوں گئی ہیں۔ جب میں یہاں انگلینڈ آئی تو ہر طرف شراب اور بے حیائی دیکھ کر بہت زیادہ افسوس ہوتا۔ مجھے بڑا غصہ آتا کہ یہ لوگ جب اتنی برائیاں کرتے ہیں تو اللہ میاں انہیں ہدایت کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ خود ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ بھی سوچتی کہ جب اللہ کے حکم کے بغیر پتا نہیں ہلتا، پھر انسان کی مجال کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اتنے بڑے بڑے گناہ کرے۔ اس کا جواب مجھے یوں دیا گیا۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ آسان الفاظ میں بیان کروں۔ فرمایا:-
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتے بنائے۔ یہ ایک مشین کی طرح ہیں۔ ان کے سپرد جو کام ہیں، وہ صرف وہی کر سکتے ہیں۔ مثلاً جس طرح کپڑے سینے کی مشین صرف کپڑے سی سکتی ہے، دھو نہیں سکتی اسی طرح فرشتے وہی کام کرتے ہیں جو ان کے سپرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مثال ایک سائنس داں کی سی ہے ۔جیسے سائنسداں نے پہلے سائیکل بنائی ، پھر اور ترقی کی تو موٹر سائیکل بنائی۔ پھر کار، ریل وغیرہ، پھر ہوائی جہاز اور اب قسم قسم کے بم بنا رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے فرشتے بنائے، پھر حیوانات بنائے۔ ان میں تھوڑی عقل رکھی مگر وہ صحیح سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اسے سب سے زیادہ عقل عطا فرمائی تو اسے اس پر پوری قدرت دے دی گئی کہ جس طرح چاہے عقل کو استعمال کرے۔ عقل کے استعمال میں انسان کو پوری آزادی ہے۔ پھر اسے دو راستے دکھائے - نیکی کا راستہ اور بدی کا راستہ۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر تم بدی کے راستے پر چلو تو مجھ سے دور ہو جاؤ گے کیوں کہ وہ میرا ناپسندیدہ راستہ ہے۔ اور جب تک اپنی عقل سے نیکی کے راستے پر نہ لگو گے، تب تک تم برائیوں کے گڑھے میں گرتے رہو گے اور مرنے کے بعد دوزخ اس کا انجام ہے۔ لیکن تم نیکی کے راستے پر چلو تو میں تم سے قریب ہو جاؤں گا۔ تم پر اپنے تمام خزانے نچھاور کر دوں گا۔ اب اگر تم یہ دیکھتی ہو کہ ان برے لوگوں کو کیوں اللہ تعالیٰ سیدھی راہ نہیں دکھاتے تو صرف اسی لئے اللہ نے روز ازل ہی انسان سے اس کا وعدہ کیا ہے کہ جب تک تم خود صحیح راہ پر نہ چلو گے اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایتوں کو قبول نہ کرو گے، اللہ نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ اب کیا تم یہ چاہتی ہو کہ اللہ اپنے وعدے سے پھر جائے۔
میں نے معافی مانگی کہ اب میں بالکل سمجھ گئی ہوں۔ میں قائل ہو گئی ہوں۔

دوسری حسرت یہ تھی کہ میں روح کا علم جان جاؤں۔ میں سوچتی اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو راز رکھا ہے۔ مجھے انتہائی شوق ہوا کہ کاش روح کے متعلق میں کچھ جان سکوں۔ رات ہی مجھے روح کے متعلق چند باتیں بتائیں گئیں جن سے میری عقل واقعی مطمئن ہوگئی۔ فرمایا:

مثال: ایک اخروٹ لو۔ اخروٹ کے اندر کی گری ہی اصل چیز ہے اور اخروٹ کی قیمت ہی اس کی گری ہے۔ چھلکے کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ صرف اندر کی گری کی حفاظت کرتا ہے اس کو جب تم توڑتے ہو تو چھلکا پھینک دیتے ہو، جلا دیتے ہو، تباہ کر دیتے ہو کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح روح ہے کہ وہ اصل انسان ہے اور جسم اس کا لباس ہے۔ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا جسم اخروٹ کے چھلکے کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔ روح نہایت ہی لطیف شئے ہے۔ یہ شکل اختیار کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ پھر جب انسان مرجاتا ہے تو فرشتے اس کی روح کو نہایت ہی حفاظت سے لے کر جاتے ہیں اور لے جا کر آسمانوں میں ایک خاص مقام پر رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ روح کے متعلق مزید جاننے کی کوشش نہ کرنا اور اے نادان لڑکی آئندہ تمہیں ایسی جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ نہیں نہیں۔ اب میں مطمئن ہوں۔

میں نے عرش معلّٰی دیکھا

ہائے یہ میں نے کیا کیا دیکھ لیا۔ اتنے بڑے بڑے گناہ ! اللہ میری توبہ، اللہ میری توبہ !

ہائے ساری دنیا میں آج کل کیسی کیسی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ان برائیوں سے بچا ہوا نہیں ہے۔ زنا، شراب، جؤا عام ہے جو آں حضرت ﷺ کے زمانے سے قبل عربوں کی حالت تھی وہی اب دنیا کی ہے۔ ہائے لوگو ! قیامت تمہارے سر پر کھڑی ہے۔ وہ کب آئے گی اس کا صحیح علم صرف خدا ہی کو ہے۔ میں صرف دیکھ سکتی ہوں۔ صرف اتنا جان لو کہ اب بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ساری دنیا کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ یاد کرو مراکش کے شہر آغادیر کا وہ زلزلہ جس میں لاکھوں مسلمانوں کی جان گئی۔ ان تمام لوگوں میں زنا، شراب اور جؤا عام تھا۔ اللہ کے غضب کو دعوت نہ دو۔ لوگو مان جاؤ !۔ لوگو سنبھل جاؤ ! صرف چند دن اور باقی ہیں۔ اٹھو سجدے کرو، سجدے کرو، اللہ کے آگے گڑگڑاؤ۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگو، برائیوں سے بچو۔

ہائے، یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ آگ، آگ، آگ۔ لوگوں اس آگ سے دور رہو۔ وہ تو بڑی ظالم آگ ہے۔ اللہ میاں، اللہ میاں ! ساری دنیا کو اس سے محفوظ رکھیے۔ اللہ میاں ! مجھ سے یہ منظر نہیں دیکھا جاتا۔ خداوندا ! سب کو بخش دیجئے۔ آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھ اکیلی کو ہی یہ سزا دے دیجئے۔ سب کو معاف کر دیجئے۔ سجدے کرتی ہوں۔ ہائے میں کتنی کمزور ہوں، کیا میں کچھ بھی نہیں کر سکتی؟ اللہ میاں ! آپ کو میری اس محبت کا واسطہ جو آپ کو مجھ سے ہے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیجئے۔

میں جو کچھ لکھ رہی ہوں یہ اس منظر کا حال ہے جو میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔ پتہ نہیں میں کہاں تھی، شاید آسمانوں پر۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ آگ شعلوں کے پہاڑ ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی کئی گنا اونچے۔ ان کی لمبائی کروڑوں میل ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ سب بڑے بڑے گناہوں زنا، جؤا، شراب، حرام، غیبت کی سزا ہے۔ اور یہ گناہ دنیا میں آج کل عام ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں بیہوش ہو کر گرنے والی ہوں۔ اے اللہ مجھ پر رحم کر !

ہائے یہ میں نے کیا کیا دیکھ لیا۔ آسمان کے فرشتوں کے دل بھی ان گناہوں سے لرز اٹھتے ہیں۔ گناہ گار لوگوں کے لئے قیامت خدا کا قہر ہے، خدا کا غضب ہے اور وہ سر پر کھڑی ہے۔ سنبھلو، ہوش میں آؤ۔ پاک صاف رہو۔ نماز کی پابندی رکھو۔ قرآن شریف میں وہ تمام ہدایتیں موجود ہیں۔ ان پر عمل کرو۔

غور سے سنو اے بنی آدم ! یہ تمہارے لئے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں۔ یہ خدا کا فرمان ہے جو فرشتے مجھ سے لکھوا رہے ہیں۔ ہر بات کو یہاں تک پڑھو کہ تمہاری عقلوں میں سما جائے۔ ازل خدا کا سر ہے۔ ابد خدا کے پاؤں۔ ازل اور ابد کے درمیان خدا کی ہستی کا پھیلاؤ ہے۔ اے بنی آدم ! سن لے کہ اگر تو اپنی عمر کے ستر ہزار برس صرف گننے میں گزار دے اور اس گنتی کو پھر ستر ہزار سے ضرب دے تب بھی ازل سے ابد تک کا فاصلہ نہ ناپ سکے گا، نہ میلوں میں نہ فرلانگوں میں۔ تو ہے کس کھیت کی مولی۔

خدا نے تمہارے لئے سب کچھ آسان کر دیا ہے۔ ایک ایک بات کھول کر بیان کر رہا ہے۔ سجدہ کرو، شکر کا سجدہ۔ ابھی اسی وقت اللہ اکبر کہہ کر تکبیر کرو۔ پھر سجدے میں چلے جاؤ۔

اب سنو اور سمجھو۔ ازل اور ابد کے اطراف میں اوپر، نیچے، دائیں، بائیں کچھ بھی نہیں۔ ہر جگہ نور ہی نور ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ علم مجھے کچھ تو خوابوں کے ذریعے اور کچھ مراقبہ کی حالت میں دیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ مانچسٹر اور دوسری مرتبہ آپ کے ہاں کراچی میں رمضان کے مہینے میں۔ اللہ تعالیٰ نے میری روح اپنی مٹھی میں لی ہوئی تھی۔ اور پھر جو کچھ مجھے دکھانا چاہتے تھے وہ میری روح کو بتاتے جاتے تھے۔ اور جو کچھ کام کروانا چاہتے تھے میری روح کو حکم دیتے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے میں ایک مشین کی طرح وہ سب کچھ کرتی رہی۔ لیکن اس وقت کچھ بیان کرنے کے قابل نہ تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے میرے ساتھ کر دیئے جو مجھ سے لکھواتے جاتے ہیں۔ جو کچھ بھی میں نے دیکھا تھا وہ منظر اب بھی میری نگاہوں میں پھر جاتا ہے۔ اس طرح میں آپ کو آنکھوں دیکھا حال لکھتی جاتی ہوں جو جو باتیں وہ بتاتے ہیں وہ تو اس قدر ہیں کہ میں لکھنے سے قاصر ہوں۔ باقی اللہ نے زندگی دی اور اس کی مرضی ہوئی تو آپ کے قدموں میں بیٹھ کر عرض کروں گی۔ مانچسٹر میں میں نے جو اپنے آپ کو دیکھا تھا کہ میری روح خدا کو سجدے کر رہی ہے اور میں خود ہی شمع پکڑے سفید لمبا گاؤن پہنے سیڑھی سے اتر رہی ہوں، وہ میری عقل تھی کہ جو خدا نے سلب کر کے خود اسی کے ذریعے مجھے یہ سب کچھ دکھایا۔ اسی لئے اس وقت مجھے ایسا لگتا تھا کہ جیسے مجھے کسی نے پینا ناٹز کر دیا ہے۔

مجھے عرش کا مشاہدہ کرا یا گیا۔ میں نے دیکھا کہ عرش کا فرش زمرد کا ہے جو ہرے رنگ کا ہے۔ اس میں مختلف رنگوں کی شعاعیں پھوٹتی ہیں جس کے اوپر چھتری کی طرح سائبان ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کا نور پیدا کیا۔ تمہارا ارادہ بھی جب کسی کام کا ہوتا ہے یعنی جب تمہارا جی کسی کام کو چاہتا ہے تو پہلے دل ہی میں خیال ہوتا ہے، پھر دماغ کو حکم ہوتا ہے، پھر ہاتھ پیر وغیرہ وہ کام کرتے ہیں۔ اسی طرح پہلے اللہ کے دل میں کائنات پیدا کرنے خواہش ہوئی تو

نورِ محمدی ﷺ کو پیدا کیا جو خدا کے دل کا نور ہے۔ پھر دماغ کو حکم ہوا تو جبرائیلؑ وجود میں آئے، پھر کائنات کی دوسری چیزیں بنیں۔ اللہ ہر چیز کو شکل دینے پر قادر ہے۔ روح جو ہمیں نظر نہیں آتی اس کی بھی شکل ہے۔ پیغمبر اور اولیاء روح کی نظروں سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ لوح ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ اس کتاب میں قیامت تک کی باتیں درج ہیں۔ اور آسمانی کتابیں بھی اسی پر منقوش ہیں۔

اب میں آپ کو اپنا ایک خواب سناتی ہوں۔

مجھے مقام ازل دکھائی گیا۔ یہاں نور کا ایک بہت بڑا چشمہ بہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جیسے ایک پہاڑ ہے یا کوئی چٹان ہے۔ اس میں گول بہت بڑا سوراخ ہے۔ اس میں سے نور آبشار کی طرح بہت بڑی مقدار میں پھوٹ رہا ہے۔ نور کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہاں، تو وہ نور بہت ہی بڑی مقدار میں اس سے پھوٹ رہا ہے۔ اس سے آگے کافی فاصلے پر اللہ کی کرسی ہے۔ کرسی کی پشت اس دھار کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ اس کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔

اس وقت صبح کے ساڑھے چار بجے ہیں۔ ابھی ابھی فجر کی نماز پڑھ کر آپ کو خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ آج کل یہاں سورج جلدی نکل آتا ہے۔ اس لئے نماز فجر جلدی ہو جاتی ہے۔ آج ساری رات مجھے جو کچھ نظر آیا وہ یہ ہے۔

میں نے دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہیں یا کبھی ذرا سے آگے ہو جاتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اللہ رے میرا حسن ! مجھ سے خود اپنا حسن نہ دیکھا گیا۔

یہاں ذرے ذرے پر کلمہ لکھا ہوا ہے۔ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ہاتھ تھاما ہوا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ایک لمحہ کو بھی میرا ہاتھ چھوڑ دیں تو اس وادی میں میں گم ہو کر نہ رہ جاؤں۔ اس وادی کا حسن مجھ سے بیان نہ ہو سکے گا۔

میں کیسے بیان کروں کہ وادئ محمد ﷺ کیا ہے؟

مختصر یہ کہ وادئ محمد ﷺ ساتوں آسمان ہے جو سب سے اوپر ہے، جو عرش عظیم ہے، جو لوح محفوظ ہے۔ وادئ محمد ﷺ کی تعریف نہ انسان کی زبان کر سکتی ہے اور نہ میری آنکھ دیکھ کر بتانے کے قابل ہے۔ میں قیامت تک اس کی تعریف بیان کرنے کے قابل نہ ہو سکوں گی۔ یہ سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں کوئی فرشتہ پر نہیں مار سکتا۔

یہاں سے نیچے چھٹے آسمان کو جانے کے لئے ایک سیڑھی ہے جو میرے خیال کے مطابق ستر ہزار میل لمبی ہے۔ یہ

سیڑھی نہایت ہی برق رفتاری سے خودبخود چلتی ہے۔ ایک حصہ لفٹ کی طرح اوپر جاتا ہے اور ایک حصہ لفٹ کی طرح نیچے آتا ہے (دو حصے ہیں، دوہری سیڑھی ہے)۔ اب میں آن کی آن میں اسی سیڑھی سے نیچے اترتی ہوں۔ سیڑھی کے نیچے سب سے نچلی سیڑھی پر حضرت جبرائیلؑ ایک سونے کا طشت رکھ رہے ہیں۔ اس طشت میں میری دعا ہے۔ یہ وہ یہ طشت رکھ کر نہایت ہی ادب واحترام سے جھک کر پیچھے کو ہٹ گئے۔ اب یہ سیڑھی ایک سیکنڈ میں خودبخود اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے پاس عرش عظیم پر پہنچ گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے طشت سے دعا اٹھالی۔ یہ دعا نور کے پھریروں پر فرشتوں نے لکھ کر بھیجی تھی۔ اب دعا قبول ہوگی۔ اگر دعا قبول نہ ہونے والی ہوتو لکھنے والے فرشتے خود ہی آسمان سے نیچے پھینک دیتے ہیں۔

چھٹا آسمان

یہ وادیٔ جبرائیل ہے۔ جنت بھی اسی وادی میں ہے اور جنت کے سات حصے یا درجے ہیں۔

پہلے درجے میں سبزہ ہے۔ ٹھنڈک ہے اور میووں کے درخت ہیں۔ یہاں حوریں غلمان ہیں جو خدمت پر مامور ہیں۔ یہ جنت کا سب سے کمتر درجہ ہے مگر پھر بھی اس کی تعریف نا قابل بیان ہے۔ یہاں دوزخی، دوزخ کے سب سے کمتر درجے سے نکل کر، جب ان کی سزا پوری ہو جائے گی، آتے ہیں۔

جنت کے دوسرے درجے میں سونے کے محل ہیں، دودھ کی نہریں ہیں، سبزہ ہے، باغات ہیں۔ میں سب کچھ بہت مختصر لکھ رہی ہوں۔ تیسرے درجے میں سچے موتیوں کے محل ہیں، شہد کی نہریں ہیں، پرندے راگنیاں سنا رہے ہیں۔ ان سب چیزوں کا حسن نا قابل بیان ہے۔ چوتھے درجے میں ہیروں کے محل ہیں اور باغات و نہریں ہیں، جواہرات کے خزانے ہیں۔ پانچویں درجے میں زمرد کے محل ہیں۔ چھٹے درجے میں نیلم کے محل ہیں۔ ساتویں درجے کا حال نہ پوچھو۔ یہ جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں جنت کی تمام درجوں کی اعلیٰ ترین چیزیں ہیں، ایک بھی چیز تو نہیں چھوٹی بلکہ کئی اور بھی نئی چیزیں ہیں جو میری عقل سمجھنے سے معذور ہے اور زبان کو بیان کی طاقت نہیں۔

ان سب کو دیکھ کر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ دنیا خاک کے ایک ذرے سے بھی کمتر اور حقیر ہے۔

پانچواں آسمان

میں اس خودکار سیڑھی سے نیچے آرہی ہوں۔ یہ سیڑھی ستر ہزار میل لمبی ہے تپش کا عالم یہ ہے کہ محسوس ہو رہا ہے جیسے جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاؤں گی۔ ایسی آگ ہے کہ ستر ہزار میل کی دوری سے بھی زبان خشک ہوتی جا رہی ہے۔ شدید تکلیف ہو رہی ہے۔ ہائے میں جلی جاتی ہوں ! ارے دیکھو، ساری دنیا جل رہی ہے۔ اللہ میاں، کم کرو یہ آگ۔ اور کم کردو، اور کم کردو-! فرشتوں دیکھتے نہیں انسان جل کر کوئلہ بن گئے ہیں۔

یہ دوزخ کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یہاں ہر طرف آگ کے پہاڑ اور آگ کے ستون ہیں۔

چوتھا آسمان

یہاں سے خود بخود چلنے والی سیڑھی کے ذریعے میں اور نیچے آرہی ہوں۔ یہ سیڑھی بھی ستر ہزار میل لمبی ہے۔ ہائے ، ہائے ! سانپ، بچھو، اژدہے۔ اف خدایا اتنے بڑے بڑے ! ارے یہ کیسے کیڑے مکوڑے ہیں جن کی ٹانگیں آٹھ آٹھ، سولہ سولہ اور بتیس بتیس ہیں۔ کسی قدر خوفناک ہیں یہ۔ انہوں نے کس طرح انسانوں کو شکنجے میں کس رکھا ہے۔ اللہ معافی ! اللہ معافی !

اللہ میری خاطر معاف کردے !

یہ جھوٹے، دھوکے باز، رشوت خور، نافرمان اور پیسوں سے محبت رکھنے والے لوگوں کی جگہ ہے۔

تیسرا آسمان

اب میں پھر ستر ہزار میل لمبی سیڑھی سے اتر رہی ہوں۔ اللہ اللہ کیسے بڑے بڑے ناخن، تانبے کے ناخن! ارے دیکھو، خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں! ارے تو یہ پاگل لوگ خود اپنا منہ اپنے ناخنوں سے نوچ رہے ہیں! میرا جی متلا رہا ہے۔ ارے فرشتوں! دوڑو، جلدی کرو۔ ان کے ناخن کاٹ دو۔ میرا جی خراب ہو رہا ہے۔ اللہ معافی! اللہ معافی! اللہ معافی! یہ غیبت کی سزا ہے۔

دوسرا آسمان

اب میں پھر ستر ہزار میل لمبے خودکار زینے سے اتر رہی ہوں۔ یہاں پر لوگوں کی پیٹھ پر کوڑے پڑ رہے ہیں۔ اف اللہ ! کیسی چھلی جا رہی ہیں ان کی پیٹھیں، کیسے گہرے زخم ہیں ! یہاں لوگوں کی پیٹھ پر ان کے بڑے بڑے گناہوں کا بوجھ لادا گیا ہے۔ اف اتنے بڑے گٹھر ! وہ لوگ جھکے ہوئے ہیں۔ ان کے سر زمین سے لگے جا رہے ہیں۔ جھکے جھکے ان کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ یہ نا سان کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کی سزا ہے اور دوزخ کا سب سے نچلا حصہ ہے۔ اس میں کمترین سزا ہے۔ مگر اس کا بھی یہ عالم ہے کہ جب یہاں سے نکل کر کوئی شخص اس کی سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائے گا اور جب ان سزاؤں کا خیال کرے گا تو خوف و دہشت سے کا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا اور وہ کانپنے لگے گا۔

پہلا آسمان

اب میں پھر اسی سیڑھی سے نیچے اتر رہی ہوں۔ یہاں چاند اور ستارے ہیں۔ ارے یہ کیا، یہ تو فرشتوں کی فوج ہے ! ان کے ہاتھوں میں گیس کی بندوقیں ہیں۔ یہ شیطانوں کو مار رہے ہیں۔ دیکھو یہ شیاطین گیس ڈالتے ہی کیسے چرمر ہو کر گر پڑتے ہیں۔ خدا حافظ فرشتو ! تم پر سلامتی ہو-!

نیک آدمی کا سفرِ آخرت

خدا آپ کے اوپر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آج کے خط میں وہ کیفیات اور واردات بیان کرتی ہوں جو مجھے موت کے بارے میں دکھائی گئی ہیں۔

جب انسان مرتا ہے تو موت کے وقت ایک فرشتہ خدا کے حکم سے اس کے پاس آتا ہے۔ پھر وہ روح کو جسم کی قید سے آزاد کرتا ہے۔ لیکن روح اس وقت آسمان پر نہیں جاتی بلکہ اس شخص کے ساتھ رہتی ہے۔ پھر جب مردے کو دفن کرتے ہیں تو روح بھی ساتھ ساتھ قبر میں جاتی ہے۔ یہاں منکر نکیر دو فرشتے آتے ہیں۔ اس آدمی کے کاندھوں کے فرشتے کراماً کاتبین اس شخص کا اعمال نامہ جو وہ ساری زندگی لکھتے رہے منکر نکیر کو دے دیتے ہیں۔ اسی وقت اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہے جو کراماً کاتبین کو اللہ کا حکم سناتا ہے کہ خدا کا فرمان ہے کہ فلاں شخص دنیا میں آنے والا ہے، اس کے پاس پہنچو۔ پھر یہ کراماً کاتبین اس بچے کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کندھوں پر اپنا مسکن بنالیتے ہیں۔ اور پھر اس کا نامۂ اعمال لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ ان کی ڈیوٹی دوسرے شخص پر لگ جاتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت برق رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اب منکر نکیر اس شخص کے اعمال نامے پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ یہ باقاعدہ رجسٹر قسم کی کاپی ہوتی ہے۔ یہ فرشتے ایک نظر ڈال کر پڑھ سکتے ہیں۔ پھر اس مردے سے سوال پوچھتے ہیں کہ تم کس کے بندے ہو وغیرہ وغیرہ۔ بندہ جواب صحیح دیدے تو منکر نکیر انسان کا اعمال نامہ اس فرشتے کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جو آسمان سے اترتا ہے۔ اگر وہ شخص نیک ہو تو اس کو لینے کے لئے آسمان سے مختلف تعداد میں فرشتے آتے ہیں۔ اور ایک سونے کی طرح بنی ہوئی گاڑی بھی ساتھ لاتے ہیں۔ یہ نہایت ہی خوبصورت سنہری گاڑی ہوتی ہے جس میں صرف ایک ہی شخص بیٹھ سکتا ہے۔ اس گاڑی میں گھوڑے کی طرح ایک پرندہ جتا ہوا ہوتا ہے۔ ان فرشتوں میں جو سب سے آگے ہوتا ہے اسے منکر نکیر اعمال نامہ پکڑا دیتے ہیں۔ اب اس نیک شخص کو یہ فرشتے پہلے تو جھک کر نہایت ہی تعظیم سے سلام کرتے ہیں اور وہ آدمی بھی مسکرا کر جواب دیتا ہے۔ یہ تمام باتیں روح کو پیش آتی ہیں۔ جسم اسی طرح قبر میں لیٹا ہوتا ہے۔

اب وہ فرشتے اس شخص کو نہایت ہی تعظیم کے ساتھ اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ پاس ادب سے ساتھ نہیں چلتے بلکہ دائیں بائیں چلتے ہیں۔ یہاں سے بہت دور جانے کے بعد ایک خاص راستہ ہے جس میں وہ گاڑی بمعہ اس شخص کے اور فرشتوں کے آن کی آن میں آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ پہلے آسمان کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس پہلے آسمان کے

دروازے پر ایک فرشتہ جو آسمان کا گیٹ کیپر یا داروغہ ہوتا ہے، کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں ایک لمحے کو وہ گاڑی رکتی ہے۔ وہ فرشتہ جس کے پاس اعمال نامہ ہوتا ہے، اس داروغہ کو دکھاتا ہے۔ وہ ایک نظر دیکھ کر کہتا ہے کہ ٹھیک ہے جاؤ۔ اب دوسری لفٹ یا سیڑھی سے دوسرے آسمان پر روح بمعہ فرشتوں کے پہنچتی ہے۔ یہاں بھی دوسرے آسمان کا داروغہ اعمال نامہ ایک نظر دیکھ کر آگے جانے کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح سفر کرتی ہوئی نیک روح چھٹے آسمان پر پہنچتی ہے۔ یہاں باغ جنت کا داروغہ جس کا نام رضوان ہے مسکرا کر گاڑی کو اندر جانے کی اجازت دیتا ہے اور نہایت ادب سے اس نیک روح پر سلامتی بھیجتا ہے۔

اب جو فرشتے قبر سے اس روح کے ساتھ آئے تھے وہ اس چھٹے آسمان کے دروازے کے باہر ہی جھک کر سلام کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ اور خدا کے حکم سے کسی دوسرے انسان کی قبر میں جاتے ہیں۔ اور اسی ان کی ڈیوٹی پھر شروع ہو جاتی ہے۔

اب چھٹے آسمانسے جنت کے اندر داخل ہوتے ہی کئی فرشتے اس برق رفتار رتھ کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف روحیں سلام بھیجتی ہیں۔ بس یہ شخص جنت کے جس درجے کا ہو اس درجے میں فرشتے اس کو نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ چھوڑ آتے ہیں۔ سلامتی اور مبارکباد دیتے ہیں۔ اور وہاں کے آداب بتاتے ہیں۔

یہ تھا نیک آدمی کا سفر آخرت۔

گناہ گار کا سفر آخرت

اب سنو گناہ گار کا سفر آخرت

بالکل اسی طرح ہے کہ منکر نکیر سوال کرتے ہیں، پھر آسمان کا فرشتہ جو اوپر سے آتا ہے، اس کا نامہ اعمال لیتا ہے اور نظر ڈالتا ہے۔ پھر جو فرشتے بھی اس کو لینے آتے ہیں وہ ان سے ڈرتا ہے اور فرشتے بھی بری طرح گھسیٹتے ہوئے اس لے جاتے ہیں۔ وہ اس کو لے جانے کے لئے دوسرا راستہ یا لفٹ استعمال کرتے ہیں۔ ہر آسمان کا داروغہ نامہ اعمال چیک کرتا ہے اور پھر دوزخ کے جس درجے کا وہ شخص ہو (یہ نامہ اعمال دیکھ کر ان کو پتہ چل جاتا ہے) اس آسمان پر اسے لے جا کر وہ فرشتے یہ کہہ کر پھینک دیتے ہیں کہ یہ تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

ہر روز دوزخ اور جنت کے روحوں کے اعمال نامہ کی چیکنگ ہوتی رہتی ہے۔ گناہوں یا اعمال کے لحاظ سے اگر اس نے اتنی سزا بھگت لی جتنی اس کو بھگتنی ضروری تھی تو پھر اس کو جنت کے اونچے درجے میں بتدریج پہنچایا جاتا ہے یا دوزخ کے سب سے اونچے درجے سے (جو سخت ترین عذاب ہے) نچلے درجہ میں بتدریج لایا جاتا ہے۔

حساب کے دن حساب کتاب ہوگا تو ساب کا نامہ اعمال خود اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بنفس نفیس ملاحظہ فرمائیں گے اور جس کی جتنی سزا باقی ہوگی اس لحاظ سے اس کو دوزخ اور جنت کے درجے دیئے جائیں گے۔

شفاعت کیا ہے؟

شفاعت کو سمجھنے کے لئے یہ مثال سمجھو کہ جیسے کسی کو امتحان میں پاس کرنے کے لئے ۱۰۰ میں سے ۳۳ نمبر ضروری ہیں۔ اگر اس کم ملے تو وہ فیل ہوگا۔ اب اس کے صرف ۳۰ نمبر آئے تو ممتحن اس کو ۳ نمبر رعایتی دے کر پاس کر دیتا ہے جس کا اس کو قانون کی رو سے اختیار ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پیغمبروں، نبیوں اور جن لوگوں کو بھی شفاعت کی اجازت فرمائیں گے، وہ نیک لوگ یا پیغمبر جن کی شفاعت کرنا مقصود ہوگی اس کا نامۂ اعمال چیک کریں گے۔ اگر موت کے بعد سے اس نے قیامت تک پون سزا بھگت لی ہوگی تو پھر اس کی سفارش خدا کر کے اسے جنت میں داخل کروادیں گے۔

روح کا احساس ہم لوگوں کی نسبت ستر ہزار گناہ ہے۔ اسی لئے وہاں کے عذاب بھی سخت ترین ہیں۔

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کام کا حکم دیتے ہیں کہ فلاں کام ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا ہر حکم بجالانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ اور ہر کام کرنے کا ایک طریقہ کار موجود ہے۔ یوں ہی بیٹھے بیٹھے ہر کام نہیں ہو جاتا۔ ہر کام اور ہر چیز کی مثال دنیا میں موجود ہے۔ دنیا میں کروڑ ہا لوگ ہیں جو ہر وقت خدا سے کسی نہ کسی چیز کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کا کام کرتا ہے۔ سب کی سنتا ہے۔ لیکن ہر کام کے لئے وقت درکار ہے۔ اسی لئے صبر کی تلقین کی ہے۔

یہ خط لکھ کر میں سوگئی۔ مجھے پھر سخت نیند آرہی تھی۔ سوتے میں خواب دیکھا۔ اب یہ خواب اور اس کی تشریح جو مجھے الہامی ذریعے سے بتائی گئی ہے پیش خدمت ہے۔ میں نے دیکھا کہ:

میں "وادیٔ وحدانیت" میں اڑ رہی ہوں۔ ایک مردِ حق مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے۔ یہ تندرست اور خوبصورت نوجوان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک نوجوان لڑکی اڑ رہی ہے۔ وہ مردِ حق اس وادی کا ایک راستہ اس لڑکی کو بتا تا جا رہا ہے۔ میں اور وہ لڑکی اس کے کہنے کے مطابق اسی سمت اڑتے جا رہے ہیں اور راستے میں سب کچھ دیکھتے جا رہے ہیں۔ وہ دونوں مجھ سے آگے ہیں۔ اور میں ان کے پیچھے ہوں یہاں یارانِ طریقت کا بازار گرم ہے۔ اور مرغِ بسمل ٹکے ٹکے میں فروخت ہو رہے ہیں۔ ایک دکان پر میں رکی۔ دیکھا کہ ایک عورت اور ایک آدمی جو اس دکان کے مالک ہیں مجھے آوازیں دے کر کہہ رہے ہیں کہ یہ مرغِ بسمل لے جاؤ، یہ بہت اچھا ہے، بڑا سستا ہے۔ مجھے بڑا سستا لگا۔ کیوں کہ اس کی قیمت صرف دو پیسے تھی۔ وہ بہت تندرست مرغ تھا جس کی پیٹھ کے بال و پر غائب تھے۔ جیسے نچے ہوئے ہوں۔ اور گلابی کھال نظر آرہی تھی مجھے بڑا ترس آیا کہ اچھا خاصا مرغ ہے،

قیمت صرف دو پیسے ہے۔ دنیا میں تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہوگی۔ سوچتی ہوں خرید لوں۔ پھر سوچا کیا کروں گی۔ میرے پاس تو پہلے ہی سب کچھ موجود ہے۔ ہم یہاں سے آگے اڑے

جگہ جگہ دیواریں سی تھیں۔ ان دیواروں کے ساتھ ساتھ جڑوں کی شکل کی نلکیاں نظر آئیں۔ وہ اوپر چھت سے جڑی ہوئی تھیں۔ اور ان نلکیوں میں سے سیال قسم کی کوئی چیز بہہ کر نیچے سے اوپر جا رہی تھی۔ ہر طرف نور ہی نور تھا۔ وہاں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ یاران طریقت کا بازار تو بالکل شروع میں تھوڑی سی جگہ میں تھا۔ سیر کرتے کرتے آگے چلے تو ایک جگہ تو ایک جگہ کچھ اونچے چبوترے پر ککڑی کی بیل چھائی ہوئی تھی۔ وہ نوجوان ہمیں اس بیل کے پاس لے گیا کہنے لگا ''یہ وادی وحدانیت کا پھل ہے۔ دیکھو، کوئی ککڑی شاید ثابت مل جائے۔'' جگہ جگہ ککڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ لیکن کوئی صحیح سالم نہ تھی۔ کسی میں کیڑا لگا ہوا تھا اور کوئی کٹی پھٹی تھی۔ بڑی مشکل سے میری نظر ثابت ککڑیوں پر پڑی جو پتوں کے نیچے چھپی ہوئی تھیں۔ وہ چبوترے کے بیچ میں تھیں۔ میرا ہاتھ ان تک نہ پہنچتا تھا۔ وہ نوجوان کہنے لگا۔ ''ٹھہرو میں چبوترے پر جا کر لے آتا ہوں۔''

وہ گیا اور تین بالکل ثابت ککڑیاں لے آیا۔ خوب تروتازہ، خوب موٹی اور لمبی اور انہیں سینے سے لگا کر کہنے لگا۔

''یہ میری ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''یہ میری ہیں۔ میں اسی لئے یہاں آئی ہوں۔''

اس کے ساتھ والی لڑکی بولی۔ ''ہاں یار محمد! یہ ککڑیاں اسی کو دے دو۔ یہ اسی کی ہیں۔ تمہارے لئے تو پورا باغ لگ رہا ہے، اس قدر وسیع و عریض باغ۔ اس باغ کا سارا پھل تم ہی کو ملے گا۔ ذرا انتظار کرو۔ اللہ نے یہ ککڑیاں اسی کے لئے تو رکھی تھیں۔''

اس نوجوان نے حسرت اور رشک سے میری طرف دیکھا۔ اور ککڑیاں یہ کہکر دے دیں۔'' میں یہاں لاکھوں برس سے اڑ رہا ہوں، یہاں کے چپے چپے سے واقف ہوں، مگر باوجود تلاش بسیار کے یہاں کا پھل مجھے اب تک نہیں ملا۔''

اس لڑکی نے میرا تعارف اس سے کروایا۔ وہ مجھے واپس باہر لے گئی اور اس نے پہلے ایک ککڑی دے کر کہا۔ ''یہ اللہ کی رحمت ہے۔''

پھر دوسری دے کر کہا۔ ''یہ شفقت ہے۔''

پھر تیسری جو سب سے لمبی تھی اور بل کھائی ہوئی تھی دے کر کہا۔ ''یہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اسے سنبھال کر رکھنا۔''

میں نے کہا۔ ''انشاء اللہ میں انہیں خوب سنبھال کر رکھوں گی۔''

جنت میں حوضِ کوثر کی حقیقت

مدتوں بعد اب مجھے پھر چار پانچ دن سے تعلیم دی جا رہی ہے۔ اب کی دفعہ کافی سخت طبیعت خراب ہے۔ عجیب کیفیت ہے۔ سارا دن گھر میں اکیلی رہتی ہوں، جب ہی یہ تمام باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ بچے اسکول چلے جاتے ہیں۔ ویسے اب کی دفعہ یہ سلسلہ بہت شدید ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ ہر وقت باوضو رہوں۔

کل اچانک ہی سلائی کرتے کرتے میری حالت عجیب ہوگئی۔ میں ایک دم کھڑی ہوگئی۔ آسمان اور زمین کے اطراف میں جدھر دیکھتی ہوں ایسا لگتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی ہوں۔ اسی وقت آواز آئی۔ ''میں تمہارا رب ہوں۔ اور تم ہمیں کائنات کے ذرے ذرے میں دیکھ رہی ہو۔''

میں نے اس وقت شکر کے تین سجدے کئے۔ مجھے بڑی بڑی چیزیں دکھائی گئیں۔ اور بہت علم دیا جا رہا ہے۔ مجھے بڑا ڈر لگتا ہے۔

اے مخاطب ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کرسی کے جنوب میں ایک دریا ہے۔ یہ اللہ کی پاکی کا دریا ہے۔ یہ نور کا سیل رواں ہے۔ اور اے مخاطب ! اگر تم ہزاروں برس بھی اس دریا میں برق رفتاری سے چلتے رہو تب بھی تم اس کی لمبائی نہ پا سکو گے۔ اور گہرائی میں آسمان اور زمین کی گہرائی سے بھی کئی گنا زیادہ ہے۔ اور اے مخاطب ! آس پاس چکر کاٹتے رہو تب بھی اس کا حجم نہ معلوم کر سکو گے۔ یہ تمام آسمانوں کے درختوں میں بڑا اور سب سے اونچا درخت ہے۔ تم اس کا اندازہ ہرگز بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس درخت میں صرف ایک ہی انار۔ہاں، سال میں صرف ایک ہی انار درخت کے بیچوں بیچ لگتا ہے۔ اگر تم دس ہزار چکر بھی اس جھاڑی کے لگاؤ تب بھی یہ انار تم کو نظر نہیں آئے گا۔ مگر جب کوئی خوش نصیب انسان آگ کے دس ہزار دریا پار کر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے اس خوش نصیب انسان کو وہ انار دیتے ہیں۔

اے مخاطب ! یہ ہے انسان کی داستانِ ہستی جو صرف پیغمبروں اور ولیوں کو بتائی گئی۔ تمہارے ذمہ اللہ نے چند کام سونپے ہیں۔ اور غور سے سنو کہ ہر انسان کے ذمے کچھ کام کر دیئے گئے ہیں اور کسی انسان کی تخلیق بلا سوچے سمجھے ہرگز، ہرگز، ہرگز بھی نہیں کی گئی ہے۔ پھر تم نادانی میں ایسا کیوں سوچتے ہو؟ ۔اور ہاں یاد کرو وہ دن جب آدھی رات کو تمہاری ماں اٹھ اٹھ کر، رو رو کر، گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھی کہ اللہ پاک اس کی اولاد کو ایسا بنا دے کہ رہتی دنیا تک نام روشن رہے اور کیا ہم نے تم کو وہ تمام کچھ نہیں دے دیا جو وہ مانگا کرتی تھی۔ کہو یہ سچ ہے۔ پھر ایک بار غور سے سن لو۔ ''قیامت بہت قریب ہے۔''

جنت میں ایک بہت بڑا حوض ہے۔ یہ دراصل ایک نہر ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان سے نکلتی ہے۔ یہ نہر بہتی ہوئی ایک حوض میں گرتی ہے۔ یہ حوض بہت ہی بڑا ہے۔ اس کا نام "حوض کوثر" ہے۔ یہ حوض اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دیا ہے۔ قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو سخت گرمی سے

گناہ گاروں کی زبانیں نکلی ہوئی ہوں گی۔ اور پیاس کے مارے برا حال ہوگا۔ تب فرشتے جنت کی صراحیوں میں آب کوثر بھر کر لائیں گے۔ اور اللہ کے حکم سے حضور ﷺ کے کہنے پر لوگوں کو پلائیں گے جس سے ان کو ٹھنڈک لگے گی۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکی ہوں عالم برزخ میں ارواح کو جسم عنایت ہوں گے اور قیامت کے دن وہ انہی جسموں کے ساتھ عالم برزخ سے زندہ ہو کر نکلیں گی۔ جب سے دنیا عمل میں آئی ہے کچھ فرشتے اللہ کے حکم سے اس کام پر مامور ہیں کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کے جسم کے اعضاء جمع کر دیتے ہیں۔ اب یہ اعضاء کس شکل میں ہوتے ہیں - خاکی یا نوری میں نہیں جانتی مگر صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہر جسم کے کچھ حصے جمع کیے جا رہے ہیں اور انہیں فرشتے عالم برزخ میں رکھتے جا رہے ہیں۔ ہر جسم کے ساتھ ایک چھوٹی سی کتاب ہے اس کتاب مین اس شخص کا نام اور تمام نشان وغیرہ درج ہیں۔ یہ تمام جسم بالکل ساکت ہیں۔ یہ بالکل بے کار سی چیز لگ رہی ہے۔ اب جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک دن چالیس برس کے برابر ہوگا۔ اس کے بعد چالیس برس تک تمام لوگوں کو موت ہوگی۔ پھر یہ تمام ارواح چالیس برس تک عالم برزخ میں رہیں گی۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ بمعہ اپنے فرشتوں کے ان تمام ارواح کو جسم عنایت کریں گے۔ دنیاوی اجزاء سے ملتے جلتے، حتیٰ کہ خدوخال بھی وہی ہوں گے جو دنیا میں تھے۔ البتہ عمر، جسم کے تناسب اور رنگت میں نمایاں فرق ہوگا۔ جب چالیس برس میں تمام لوگوں کو جسم دے دیئے جائیں گے تو پھر حشر نشر کا دن طلوع ہوگا۔ یعنی حساب کتاب کا دن۔ رزلٹ سننے کا دن۔ اس وقت پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ صور کی آواز سنتے ہی تمام لوگ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ مگر حیرانی کی وجہ سے گم صم ہوں گے۔ پھر خدا کے حکم سے زمین دو ٹکڑے ہو جائے گی۔ اور فرشتے ارواح کو حکم دیں گے کہ اب باہر آ جاؤ۔ اس طرح نہایت ہی تنظیم کے ساتھ سب لوگ باہر آئیں گے۔ اور قطاروں میں ادب سے کھڑے ہوں گے۔ پھر آسمان سمٹنا شروع ہو جائے گا۔ اور ایک چادر سی لپیٹ دی جائے گی۔ مگر جیسے ہی گناہ گار لوگ آسمان کی طرف نظر کریں گے تو بالکل اندھے ہو جائیں گے۔ اور رنگت تو پہلے ہی ان کی سیاہ ہوگی اور وہ سخت خوفزدہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ خوف سے بری طرح کانپتے ہوں گے اور مارے دہشت کے گردن کو ہلاتے ہوں گے۔ مگر اچھے اور نیک لوگ یہ تمام نظارہ کریں گے۔ پھر آسمان سے عرش عظیم اترے گا۔ اس کو آٹھ فرشتے لیکر آئیں گے۔ یہ فرشتے سب فرشتوں کے

سردار ہوں گے۔

زمین پر جو رزق پہنچانے پر مامور ہیں، ان کے سردار۔

زمین پر جو بارش برسانے پر مامور ہیں، ان کے سردار۔

زمین پر جو رحمت کے فرشتے ہیں، ان کے سردار۔

زمین پر جو موت کے فرشتے ہیں، ان کے سردار۔

غرض زمین پر جتنے کام ہیں ان کے صرف سردار ہوں گے۔ جیسے عزرائیل علیہ السّلام، میکائیل علیہ السّلام، اسرائیل علیہ السّلام وغیرہ۔

اس عرش پر بڑی سی کرسی ہوگی۔ جیسے ہی اللہ کی ذرا سی جھلک نظر آئے گی، تمام لوگ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں گر پڑیں گے مگر گناہ گار لوگ چوں کہ اندھے ہوں گے وہ سجدہ بھی نہ کر سکیں گے۔ وہ بہت زیادہ گھبرائیں گے، پریشان ہونگے۔ اور وہ اپنی آنکھیں نوچتے ہوں گے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السّلام اللہ کے حکم سے بلائے جائیں گے اور کرسی کی داہنی طرف، ذرا ایک طرف کو ہو کر ادب سے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور تمام فرشتے جو بھی زمین کے کاموں پر مامور ہیں، تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کی پشت کے پیچھے ہوں گے۔ پھر آں حضرت ﷺ کو بلایا جائے گا۔ اور وہ ﷺ داہنی طرف بالکل کرسی کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ پھر تمام پیغمبروں کو بلایا جائے گا۔ یہ تمام پیغمبر ان آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی کھڑے ہوں نگے۔ پھر اولیاء اللہ اور وہ لوگ جنہیں اللہ کی طرف سے سفارش کی توفیق ہوگی، بلائے جائیں گے اور وہ تمام لوگ بائیں ہاتھ پر کھڑے ہوں گے۔ ان سب لوگوں کو نام بنام اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السّلام بلائیں گے اور جس طرح میں اپنے کسی پہلے خط میں لکھ چکی ہوں، حساب کتاب ہوگا۔ فی الحال یعنی اس وقت کسی کو سفارش کی اجازت نہیں ہوگی۔ جب سب کا حساب کتاب اور تول ہو جائے گا، جو اللہ تعالیٰ بنفس نفیس خود کریں گے، تو جنت میں جانے والے ہیں وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ فرشتے انکو راستہ بتائیں گے۔ پھر جو سفارش والے ہوں گے اور گناہ گار ہوں گے وہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ اور سفارش کی توفیق اور اجازت ہوگی۔ پھر اللہ جسے قبول کرے گا اس کو اس کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔

آں حضرت محمد ﷺ ساری دنیا کے انسانوں کی سفارش کریں گے۔

قسمت کا ستارہ

جنت میں ایک دریا ہے۔ جو مشرق کو مغرب سے ملاتا ہے۔ یہ اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ اس میں جو بھی پیالہ ڈالے گا اور دل میں جس مشروب کی خواہش کرے گا، پیالہ اسی مشروب سے بھر جائے گا۔

فردوس بریں میں ایک درخت ہے۔ یہ نہایت ہی پر فضا مقام ہے۔ یہ درخت بھی اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ اس میں جنت کا ہر پھول نہایت ہی خوبصورت ترتیب سے اگا ہوا ہے۔ اور بہت ہی بڑا درخت ہے۔ اس پر چڑیاں گانے گاتی ہیں۔ اللہ کی رحمت کے خزانے تمام خزانوں سے بڑھ کر ہیں۔ جنت تو ان کے مقابلے میں صرف ابتدائی چیز ہے۔ جب انسان کوئی خاص نیکی کرتا ہے جو اللہ کو بہت پسند آئے تو اللہ پاک جنت کے علاوہ اپنی رحمت کے خزانوں سے اسے اور انعامات عنایت کرتے ہیں۔

ہر انسان کی قسمت کا ایک ستارہ آسمان پر ہے۔ جب انسان نیک اعمال کر کے اپنی قسمت سنوارتا ہے تو مرنے کے بعد قبر میں ہی ایک فرشتہ آکر اس کی ہتھیلی میں ایک نہایت ہی روشن ستارہ رکھ دیتا ہے جس سے قبر کا اندھیرا دور ہو کر اجالا پھیل جاتا ہے۔ اور آسمانوں تک کا راستہ بھی روشن ہو جاتا ہے اور فرشتے دور سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ جنتی آدمی ہے۔

جب انسان زندگی میں صبر کرتا ہے تو مرنے کے بعد اس کو قبر میں جنت کے دروازے کی کنجی دی جاتی ہے۔ یہ دروازہ سب سے زیادہ خوبصورت اور اس کا راستہ سب سے زیادہ حسین ہے اور اسی راستے سے اس کو جنت میں لایا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ کی رحمت ہی سے ملتی ہیں اور اللہ کی رحمت کے انعام کے طور پر دی جاتی ہیں۔

جو شخص اللہ کے علم کا متلاشی رہتا ہے اور اپنی زندگی میں خدا کی ہستی پر غور و فکر کرتا ہے، مرنے کے بعد اللہ اس کو اپنی رحمت سے ایک موتی دیتا ہے۔ یہ نہایت ہی روشن اور خوبصورت موتی ہے۔ اس کا ہار اس کے گلے میں پہنایا جاتا ہے۔ یہ ہار پہن کر وہ کائنات کے کسی بھی حصے میں جانا چاہے جا سکتا ہے اور سمندر کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتا ہے۔ آسمان پر ایک سمندر ہے۔ یہ سمندر بہت ہی خوبصورت ہے اور اس کی گہرائیوں میں ایسی ایسی چیزیں ہیں جو انسانی عقل سے بعید ہیں۔ اور جب انسان کو موتی کا یہ ہار پہنایا جائے گا، تب ہی وہ جا سکے گا۔ اور اس کی گہرائیوں میں سانس لے سکے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کی محنت پسند آتی ہے تو وہ (آخرت میں) اپنی رحمت کے خزانے سے اس کو ایک کنجی عنایت کرتا ہے۔ یہ کنجی ایک کنویں کی ہے۔ جب وہ شخص اس کنویں کے دروازے پر جائے گا تو یوں سوچے گا کہ یہ چھوٹا سا کنواں ہے بھلا اس میں کیا ہو سکتا ہے مگر دروازہ

کھولتے ہی اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ وہ بار بار اپنی آنکھیں ملے گا۔ یہاں انسانی عقل سے بعید چیزیں اس کو ملیں گی۔

آسمانوں میں رحمت کے خزانوں میں ایک پرندہ ہے۔ یہ ایک حسین درخت پر بیٹھا ہے۔ یہ جنت کے تمام پرندوں سے افضل ہے۔ جو شخص دنیا کے لہو ولعب سے بچا رہتا ہے اس کو اللہ اس جگہ کی سیر کراتے ہیں۔ یہ بہت حسین مقام ہے اور یہ مقام جنت سے الگ ہے۔ یہ پرندہ ہر وقت راگ سناتا ہے اور ہر راگ کی تان، آواز سب کچھ مختلف ہوتی ہے۔ اس نے آج تک کوئی راگ دوسری مرتبہ نہیں گایا۔ اس کی آواز ایسی ہوگی کہ انسان مست ہو جائے گا۔

اللہ کی رحمت کا ایک درخت ہے۔ یہ بہت ہی حسین مقام پر ہے۔ یہ بھی اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس درخت میں ہمیشہ نیا پھل لگتا ہے اور ہر پھل دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اور بیک وقت اس درخت میں کروڑہا پھل لگتے ہیں مگر سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ شکلوں میں اور ذائقے میں بھی۔ اللہ جس کو چاہے گا اپنی رحمت کے خزانے سے اس مقام کی چابی اس کو عنایت کرے گا اور یہاں کے پھل چکھنے کی اجزت دے گا۔

رحمت کے خزانوں میں ایک بہت بڑا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک محل ہے۔ یہ بھی اللہ کے عجائبات میں سے ہے۔ جب انسان ہمت سے کام لیتا ہے اور اللہ اسے پسند کرتا ہے تو مرنے کے بعد اس کو ایک چھڑی دی جاتی ہے۔ اس چھڑی کی مدد سے وہ اس عظیم پہاڑ پر چڑھتا ہے اور محل میں داخل ہوتا ہے۔ یہ محل بہت ہی بڑا ہے اور اللہ کی کاریگری کا نمونہ ہے۔ انسانی عقل اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔